ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

5

www.tanzeem.org

13 تا 19 ربیع الثانی 1436ھ/ 3 تا 9 فروری 2015ء

اس شمارے میں

امریکا بھارت گٹھ جوڑ نیا نہیں، پرانا ہے!

ایمان بالآخرت

سیاسی کم نگاہی

اقامتِ دین: ہماری اوّلین ذمہ داری

تہذیبوں کا تصادم

مسلمان خاتون: گھر کی زینت

ایک نعرۂ مستانہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

دین کو قائم کرو اور......

یہ عجب طرفہ تماشا ہے کہ دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کے نام سے جو قوم بس رہی ہے وہ دعویٰ تو اس بات کا کرتی ہے کہ اصل دستور اور قانون خدا کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے' لیکن یہ عجیب شترگربگی ہے کہ ان کا عمل اس دعویٰ کے بالکل برعکس ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا عطا کردہ دستور وقانون ان کی عملی واجتماعی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتا۔ ان کے ہاں قرآن وسنت کے اوامر ونواہی کی سرے سے کوئی وقعت ہی نہیں' لہٰذا کوئی فیصلہ اس کے مطابق نہیں ہو پاتا۔ قرآن کا استعمال بس حصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب کے لیے رہ گیا ہے' جبکہ وہ قرآن حکیم کے ضابطۂ حیات اور پوری زندگی کے لیے کامل ہدایت ورہنمائی ہونے کے دعوے دار بھی ہیں۔ مسلمان قوم کے اس طرزِ عمل کو ایک عجوبہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ سورۃ الرعد میں منکرینِ قیامت کا ایک اعتراض نقل کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''اور اگر تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل تو ان کی یہ بات ہے کہ آیا جب ہم مٹی (میں مل کر مٹی) ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا!'' لہٰذا اگر دنیا کو کسی بات پر تعجب کرنا چاہیے تو وہ ہمارا یہ طرزِ عمل ہے کہ ایک طرف تو ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا دستور' ہمارا قانون اور ہمارا ضابطۂ حیات اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور ہر جہت اور ہر لحاظ سے کامل ہے' چنانچہ دنیا کے تمام قوانین ودساتیر سے افضل ترین ہے۔ پھر ہم یہ بھی برملا کہتے ہیں کہ اسی پر عمل پیرا ہونے سے دنیا وآخرت کی فوز وفلاح اور خیر وصلاح حاصل ہو سکتی ہے' لیکن دوسری طرف اس کامل ترین اور افضل ترین دستورِ حیات سے ہماری بے اعتنائی اور روگردانی بھی دنیا سے مخفی نہیں ہے۔ تحریکِ پاکستان کے دوران یہ بھی کہا گیا تھا کہ ''لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ پاکستان کا دستور کیا ہوگا؟ میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا دستور تو چودہ سو سال پہلے سے طے شدہ ہے!'' لیکن عملاً جو کچھ اب تک ہوا اور جو ہو رہا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اس سے زیادہ قابلِ تعجب بات کیا ہوگی کہ جو ملک اس اصول پر قائم ہوا تھا کہ اس کا دستور اور ضابطۂ حیات کتاب و سنت ہوگا' آج اس ملک میں اس دستور کی تنفیذ ونفاذ کا مرحلہ روزِ اول سے بھی بعید نظر آ رہا ہے۔ 14 راگست 1947ء کو یہ معاملہ اتنا بعید نہیں تھا جتنا آج ہے' حالانکہ یہاں بستے سب مسلمان ہیں۔ سب کے سب قرآن حکیم پر ایمان کے مدعی بھی ہیں اور اسے اپنا دستور' قانون اور ضابطۂ حیات بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی قرآن میں ہمارے لیے یہ حکم موجود ہے کہ ﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ط﴾

مطالباتِ دین

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

الھدیٰ (645)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

خسارے والے؟

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 108 تا 111

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ سَمۡعِہِمۡ وَ اَبۡصَارِہِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا
جَرَمَ اَنَّہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ
جٰہَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۰﴾ یَوۡمَ تَاۡتِیۡ کُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ
نَّفۡسِہَا وَ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

آیت ۱۰۸ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ سَمۡعِہِمۡ وَ اَبۡصَارِہِمۡ ۚ﴾ ’’یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں‘ کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے۔‘‘

﴿وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾﴾ ’’اور یہی لوگ ہیں جو غافل ہیں۔‘‘

آیت ۱۰۹ ﴿لَا جَرَمَ اَنَّہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾﴾ ’’اب اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ ہیں جو آخرت میں خسارے والے ہوں گے۔‘‘

یہ وہ لوگ ہیں جو دُنیوی زندگی کی محبت میں حق سے منہ موڑ کر غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اب ان کے اس طرزِ عمل کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی بھلائیوں میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اگلی آیت میں پھر ہجرت کا ذکر آ رہا ہے‘ جو اس سے پہلے آیت ۴۱ میں بھی آ چکا ہے۔

آیت ۱۱۰ ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰہَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۰﴾﴾ ’’پھر یقیناً آپؐ کا رب ان کے حق میں جنہوں نے ہجرت کی‘ اس کے بعد کہ انہیں تکالیف پہنچائی گئیں‘ پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا‘ یقیناً آپؐ کا رب اس (سب کچھ) کے بعد بخشنے والا‘ نہایت رحم والا ہے۔‘‘

جن مؤمنین پر مکہ میں مصائب کے پہاڑ توڑے گئے‘ ان حالات میں انہوں نے ہجرت کی‘ پھر وہ جہاد بھی کرتے رہے‘ اس طرح راہِ حق میں آنے والی آزمائشوں کے تمام مراحل انہوں نے کمال صبر سے طے کیے‘ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی اِن قربانیوں اور سرفروشیوں کا ضرور اجر دے گا۔ انہیں بخشش عطا فرمائے گا اور ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا۔

آیت ۱۱۱ ﴿یَوۡمَ تَاۡتِیۡ کُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِہَا﴾ ’’جس دن آئے گی ہر جان اپنی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے‘‘

روزِ قیامت ہر شخص چاہے گا کہ کسی نہ کسی طرح جہنم کی سزا سے اس کی جان چھوٹ جائے۔ لہٰذا اس کے لیے وہ مختلف عذر پیش کرے گا۔

﴿وَ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ ’’اور (بدلہ میں) پورا پورا دیا جائے گا ہر جان کو جو کچھ اس نے کمایا ہوگا اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

فرمانِ نبوی

خندہ پیشانی اور فیّاضی

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((کُلُّ مَعۡرُوۡفٍ صَدَقَۃٌ وَاِنَّ مِنَ الۡمَعۡرُوۡفِ اَنۡ تَلۡقٰی اَخَاکَ بِوَجۡہٍ طَلۡقٍ وَاَنۡ تُفۡرِغَ مِنۡ دَلۡوِکَ فِیۡ اِنَاءِ اَخِیۡکَ)) (رواہ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’نیکی کا ہر کام صدقہ ہے (اور اس پر اجر ہے) تُو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے تو یہ بھی نیکی ہے۔ اور اپنے ڈول سے تھوڑا سا پانی اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دے تو یہ بھی نیکی ہے۔‘‘

مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایمان کا رشتہ اہلِ ایمان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ دوسرے رشتوں کے مقابلے میں یہ رشتہ سب سے زیادہ قوی اور دیرپا ہے۔ دوسرے رشتے ٹوٹ بھی سکتے ہیں لیکن یہ ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے جو نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت کی زندگی میں بھی برقرار رہے گا۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

13 تا 19 ربیع الثانی 1436ھ — جلد 24
3 تا 9 فروری 2015ء — شمارہ 05

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-36293939
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

امریکا بھارت گٹھ جوڑ نیا نہیں، پرانا ہے!

امریکا کے صدر بارک اوباما نے بھارت کا دو روزہ دورہ کیا اور 26 جنوری کو بھارت کے یوم جمہوریہ کی تقریب میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی۔ اس دوران پاکستان کے تمام نیوز چینلز پر ٹاک شوز میں زور و شور سے یہ کہا گیا ہے کہ امریکا نے اب پاکستان سے منہ موڑ لیا ہے اور بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہا ہے۔ یہی کچھ پاکستان کے پرنٹ میڈیا میں بھی شائع ہوتا رہا۔ یہ گلہ بھی شدت سے کیا گیا کہ دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان نے جس طرح صف اوّل کے اتحادی کا رول ادا کیا اور کر رہا ہے، اُسے بھی امریکا نے نظر انداز کر دیا اور صدر اوباما پاکستان کو چند گھنٹے دینے کے روادار بھی نہ ہوئے۔ حالانکہ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف اس جنگ میں پچاس ہزار سے زاید سویلین اور فوجی جوانوں کی قربانی دی اور زبردست مالی نقصان برداشت کیا، یہاں تک کہ آج پاکستان دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔ ہم یہ سب کچھ حیرت سے پڑھ، سن اور دیکھ رہے ہیں اور یہ سوچ رہے ہیں کہ یا تو اس قوم خاص طور پر اس کے ذہین طبقات کی یادداشت بڑی کمزور ہے یا اس کی سوچ بڑی سطحی ہے اور یہ بھولے بادشاہوں کا ملک ہے۔ غور و فکر کرنے اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت کا بُری طرح فقدان ہے۔

ہمارا اصل اعتراض اور ہماری حیرت تجزیات میں استعمال ہونے والے لفظ "اب" پر ہے۔ گویا پہلے امریکا پاکستان کا مخلص دوست اور بھارت کا حریف تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کی تقسیم سے لے کر آج تک کی پاک بھارت تعلقات کی تاریخ کا جائزہ لیں اور اس میں امریکی کردار کو جانچیں تو ہر صاحبِ نظر اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ امریکا ظاہری طور پر پاکستان کا دوست ہونے اور اُس کے ساتھ مختلف معاہدات میں بندھے ہونے کے باوجود درپردہ بھارت سے دوستی نبھاتا رہا اور پاکستان کو کسی نہ کسی انداز میں نقصان پہنچاتا رہا۔ بلکہ صحیح تر الفاظ میں دوست کے روپ میں دشمنی کرتا رہا۔ فرق صرف اتنا واقع ہوا کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت اور کمیونزم کے خاتمے سے پہلے یہ سب کچھ ڈھکا چھپا اور خاموش انداز میں ہوتا تھا اور اب کھلم کھلا اور چڑانے کے انداز میں ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ پہلے چونکہ راز داری مقصود تھی اور یہ بھارت و امریکا دونوں کے مفاد میں تھی، لہٰذا دوستی اور دشمنی کے اس تعلق کو ایک حد سے بڑھنے نہیں دیا جاتا تھا۔ بھارت نے اُس دور میں غیر جانبداری کا نقاب پہن رکھا تھا اور وہ اس روپ میں روس کو بھی بٹورتا رہتا تھا۔ ہم اللہ کے فضل و کرم سے اپنی اس رائے کو کہ امریکا کس طرح پاکستان کا ظاہری دوست اور بھارت کا ظاہری حریف تھا، قارئین کو تاریخ کے آئینہ میں مختصراً دکھا سکتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ فاتح کی حیثیت سے سامنے آیا تھا، لیکن تکنیکی لحاظ سے وہ پسپا ہوا، امریکا سپر طاقت کی حیثیت سے ابھرا اور گریٹ برطانیہ کی عظیم سلطنت سکڑنے لگی۔ امریکا نے اپنے عالمی مفادات کے تحفظ کے لئے اقوام متحدہ کے نام سے ایک عالمی تنظیم قائم کی جس کا ہیڈ کوارٹر امریکا کی ریاست نیویارک میں بنایا گیا۔ روزِ اوّل سے اقوام متحدہ نے امریکا کی ایک کنیز کا

رول ادا کیا۔ اس نام نہاد اقوام متحدہ میں امریکا کی مرضی کے بغیر پتہ بھی جنبش نہیں کرتا۔ 1948ء میں جب بھارت کشمیر میں قبائلیوں کے ہاتھوں شکست کھا رہا تھا، بھارت نے اسی اقوام متحدہ میں پناہ لی۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیر کے بارے میں پاکستان کو جھوٹی تسلی دلائی اور کشمیر میں قبائلیوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دیا گیا۔ 1962ء میں بھارت نے امریکا سے اسلحہ حاصل کرنے کے لیے چین سے سرحدی جھڑپوں کا ڈراما رچایا۔ بھارت کی توقع کے خلاف چین نے انتہائی سخت ردعمل کا اظہار کیا۔ بھارت نے یہ سوچ کر کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں کشمیر سے فوجیں نکال کر چین کے بارڈر پر بھیج دیں۔ چین نے پاکستان کو مشورہ دیا کہ سنہری موقع ہے کشمیر میں آپ کو واک اوور مل جائے گا، لیکن پاکستان نے ایک بار پھر امریکا سے دھوکہ کھایا۔ امریکی یقین دہانی پر کہ بھارت جنگ کے بعد کشمیر پر مذاکرات کرے گا' یہ سنہری موقع کھو دیا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مذاکرات کا یہ جھوٹ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بولا گیا تھا۔ بھارت اور امریکا نے مل کر اس موقع پر پاکستان کو بے وقوف بنایا تھا۔ پاکستان امریکا کا سیٹو اور سینٹو میں اتحادی تھا۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران امریکا نے دونوں کی دفاعی امداد بند کر دی۔ اس کا اصل نقصان تو پاکستان کو ہوا، اس لیے کہ پاکستان امریکا سے اسلحہ حاصل کر رہا تھا، جبکہ بھارت روس سے اسلحہ حاصل کرتا تھا، لہٰذا اس پر پابندی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ 1971ء کی جنگ میں چھٹے بحری بیڑے کا شوشہ چھوڑ دیا گیا، جو نہ آنا تھا نہ آیا۔ بعد ازاں ہنری کسنجر جو اُس وقت امریکا کے وزیر خارجہ تھے، انہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کو دولخت کرنے میں امریکا کی سی آئی اے نے بھارت سے مکمل تعاون کیا تھا۔ 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کو امریکا کی مالی اور اخلاقی حمایت حاصل تھی، کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو امریکا کے انتباہ کے باوجود پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ سوویت یونین نے جب افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کی تو امریکا نے پاکستان سے افرادی اور جغرافیائی مدد حاصل کر کے سوویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کر دیا اور دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اس علاقہ سے مکمل طور پر لاتعلقی اختیار کر لی، لیکن اس جنگ کے مضر اثرات نے پاکستان کو بری طرح متاثر کیا۔ خاص طور پر افغانستان میں مرکزی حکومت قائم نہ ہونے سے قوت کا خلا پیدا ہوا جس سے اسلحہ مافیا اور ہیروئن مافیا نے جنم لیا جو افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بربادی کا باعث بھی بنا۔ نائن الیون کے بعد افغانستان میں اپنی جنگ کو زبردستی پاکستان میں داخل کر دیا۔ بھارت کو افغانستان میں ضرورت سے کہیں زیادہ قونصل خانے کھولنے کی اجازت دی اور دونوں ممالک پاکستان کے اندر دہشت گردی کا ایسا کھیل کھیل رہے ہیں جس نے پاکستان کو جہنم بنا دیا ہے۔ یہاں بھائی کو بھائی سے لڑا دیا ہے۔ پاکستان قبائلیوں پر بمباری کر کے انہیں خون میں نہلا رہا ہے اور جوابی کارروائی میں دہشت گردی ہو رہی ہے جس سے معصوم لوگ اور چھوٹے چھوٹے بچے خون میں لت پت ہو رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ امریکا نے اب ہم سے منہ موڑ لیا ہے۔ فرق صرف یہ واقع ہوا ہے کہ پہلے امریکا دوست کے روپ میں پاکستان کو نقصان پہنچا رہا تھا، اب وہ کھل کر سامنے آ گیا ہے، کیونکہ وہ سمجھ چکا ہے کہ موجودہ کمزور اور لاغر پاکستان اور اس کی بے ضمیر' بد دیانت اور بزدل قیادت اب اتنی سکت بھی نہیں رکھتی کہ وہ احتجاج یا اظہار ناراضگی کے لیے زبان کھول سکے۔

اب آئیے، صدر بارک اوباما کے حالیہ دورہ بھارت کی طرف۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس دورہ کے دو مقاصد تھے: ایک ظاہری اور ایک خفیہ۔ ظاہری طور پر جو معاہدے عمل میں آئے ہیں، ان کے مطابق سول جوہری توانائی میں معاہدہ فائنل ہو گیا ہے اور یہ بھارت کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اسی طرح تجارتی اور صنعتی معاہدوں میں دونوں ممالک کا فائدہ ہو گا، البتہ سیاسی سطح پر دو معاملات میں امریکا نے بھارت کو محض لالی پوپ دیا ہے۔ ایک یہ کہ اسے سلامتی کونسل کا مستقل ممبر بنانے میں امریکا تعاون کرے گا اور دوسرا یہ کہ اسے جوہری سپلائرز گروپ میں شامل کر لیا جائے گا۔ یہ دونوں امور ممکن نہیں، اس لیے کہ ان دونوں جگہ پر چین براجمان ہے۔ وہ سلامتی کونسل میں اس کی نشست کو لازماً ویٹو کر دے گا اور سپلائرز گروپ میں شمولیت کے لیے سب کو راضی کرنا پڑے گا ۔چین وہاں بھی بھارت کے راستے کی رکاوٹ بنے گا۔

آخر میں ہم اپنے ملک میں موجود عاشقانِ امریکا کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امریکا اور بھارت فطری حلیف ہیں، دونوں میں اسلام دشمنی ایک مشترک فیکٹر ہے۔ بھارت کی پاکستان دشمنی کی کئی اور وجوہات بھی ہیں، وہ تو اس کے وجود ہی کے خلاف ہے، کیونکہ پاکستان ہند کی مقدس سرزمین، جسے ہندو ماتا کی حیثیت دیتا ہے، کا سینہ چیر کر بنایا گیا تھا اور امریکا پاکستان کا اُس وقت تک دوست نہیں بن سکتا یا اس کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا جب تک پاکستان کا اسلام سے کوئی بھی تعلق اور واسطہ ہے۔ لہٰذا پاکستانیوں کو اسلام اور امریکا میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ کم از کم پاکستان کو یہ اعلان تو ضرور کرنا پڑے گا کہ ہمارا نظریہ پاکستان سے عملی طور پر کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ امریکا سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں اتنا حساس اور محتاط ہے کہ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا کو کنٹرول کرنے میں یہ نظام اس کا واحد اور مفید ترین ہتھیار ہے، لہٰذا اس نظام کو (باقی صفحہ 13 پر)

ایمان بالآخرت......اور

حقیقی کامیابی وناکامی کا دن

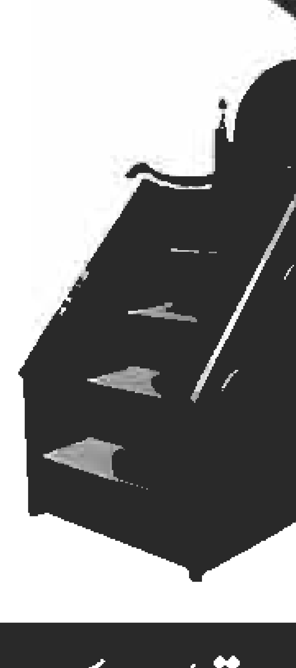

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیرِ تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 23 جنوری 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوتِ آیات کے بعد!

حضرات محترم! مطالعہ قرآن حکیم کے ضمن میں ابھی آپ نے سورۃ التغابن کی آیات 7 تا 10 کی تلاوت سماعت فرمائی۔ اس سورت کی ابتدائی چھ آیات پر گفتگو ہو چکی ہے، جن میں بنیادی ایمانیات ثلاثہ میں سے ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کا بیان تھا۔ زیر مطالعہ 4 آیات میں ایمان بالآخرت کا بیان ہے جس کو ایمان بالمعاد بھی کہا جاتا ہے۔ ایمان بالآخرت کا معاملہ یہ ہے کہ یہ باقی ایمانیات سے زیادہ مشکل ہے اس لیے کہ انسان کو یقین نہیں آتا کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاؤں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج تک کوئی بھی شخص دوبارہ لوٹ کر نہیں آیا۔ پھر یہ بات بھی مشاہدہ میں ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم تحلیل ہو جاتا ہے' اس کے سیلز خاک میں مل جاتے ہیں اور ہڈیاں بھی چورا ہو جاتی ہیں تو اس صورتِ حال میں دوبارہ اُٹھائے جانے پر یقین کرنا مشکل ترین امر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے اثبات میں جہاں اور بہت سے دلائل ہیں وہیں انسانی فطرت کے اندر بھی اس کے اثبات پر ایک مضبوط دلیل موجود ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں جو لوگ ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اور فطری اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اخلاقی زندگی گزارتے ہیں' عام طور پر ایسے لوگ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنی ضمیر کی آواز پر کان نہیں دھرتے اور فطری اصولوں کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کرتے ہیں تو وہ دنیا میں ظاہراً پھلتے پھولتے اور ترقی کی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں۔ لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ کوئی ایسا عالم ہونا چاہیے جہاں فطرت کے خلاف چلنے والوں کو انتہائی سخت سزا ملے اور احکاماتِ الٰہیہ پر کاربند رہنے والوں کو بہترین انعامات سے نوازا جائے۔ تو وہ عالم آخرت ہے جہاں دنیا کے اعمال کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ذرّہ برابر زیادتی بھی نہیں ہوگی۔

ایمان بالآخرت کی اہمیت مسلّم ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کے ہر صفحے پر کسی نہ کسی انداز میں اس

مرتب: حافظ محمد زاہد

کا تذکرہ موجود ہے اور اللہ نے حضور ﷺ کو اس حوالہ سے قسم کھا کر اور بہت تاکیدی انداز میں بعث بعد الموت کے اثبات کو بیان کرنے کا کہا ہے۔ زیر مطالعہ آیت میں فرمایا:

﴿زَعَمَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ لَّنۡ یُّبۡعَثُوۡا ؕ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡ ؕ وَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ۞﴾

''کافروں کو یہ مغالطہ لاحق ہو گیا ہے کہ انہیں (موت کے بعد) اٹھایا نہ جائے گا۔ (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے: کیوں نہیں! اور مجھے میرے ربّ کی قسم ہے کہ تمہیں لازماً اٹھایا جائے گا' پھر تم کو بتایا جائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ اور یہ (یعنی تمہارے اعمال کا ریکارڈ رکھنا) اللہ پر بہت آسان ہے۔''

اس آیت میں قیامت کے اثبات کے لیے زور اور تاکید کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے' انسانی زبان سے اس کا بیان ناممکن ہے۔ اس میں تین چیزیں ہیں: (1) اللہ کا فرمان (2) رسول اللہ ﷺ کی قسم اور (3) انتہائی تاکیدی صیغوں کا استعمال! عربی زبان سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والا جانتا ہے کہ عربی زبان میں فعل مضارع سے پہلے لام مفتوح اور آخر میں نونِ مشدّد ہو تو اس سے زیادہ تاکید کا کوئی اور اسلوب نہیں ہوسکتا۔ یہاں بھی تاکید کا یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے بنو ہاشم کو دعوت کے سلسلے میں جو خطبہ دیا تھا' اس کا مضمون اور اسلوب بھی زیر مطالعہ آیت کے مضمون اور اسلوب سے ملتا جلتا ہے۔ یہ خطبہ نہج البلاغہ میں مذکور ہے اور اس کا ہر جملہ جوامع الکلم میں سے ہے گویا ہر جملہ میں ہدایت' حکمت اور علم کا ایک سمندر پنہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ الرَّائِدَ لَا یَکۡذِبُ اَہۡلَہٗ)) ''لوگو! تم جانتے ہو کہ رائد (قافلہ کا رہبر ورہنما) اپنے قافلے کو کبھی دھوکہ نہیں دیتا''۔ اُس زمانے میں صحراؤں کے لمبے لمبے سفر ہوتے تھے اور ایسے مشکل سفر میں ایک راستہ بتانے والا منتخب کیا جاتا تھا جو تجربہ کار بھی ہوتا تھا اور باکردار بھی۔ یعنی تمام لوگوں کو یقین ہوتا تھا کہ یہ شخص نہ ہمیں دھوکہ دے گا اور نہ ہم سے جھوٹ بولے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جملہ سے یہ

رہنمائی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ذمہ داری سونپی ہے جسے میں آپ لوگوں کے سامنے رکھنے والا ہوں۔ جب ایک عام رہبر قافلے کو دھوکہ نہیں دیتا تو میرا معاملہ تو تمہارے سامنے ہے کہ میں تمہارے ہی خاندان میں سے ہوں اور میرا کردار تمہارے سامنے ہے کہ تم لوگ مجھے صادق وامین کے لقب سے یاد کرتے ہو۔ لہٰذا جو بات میں کہنے والا ہوں وہ جھوٹ پر مبنی نہیں بلکہ یقینی بات ہے۔ اگلا جملہ بھی اسی تمہیدی جملہ کا حصہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ((وَاللّٰہِ لَوْ کَذَبْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا کَذَبْتُکُمْ، وَلَوْ غَرَرْتُ النَّاسَ جَمِیْعًا مَا غَرَرْتُکُمْ)) ''اللہ کی قسم! اگر (بفرضِ محال) میں تمام انسانوں سے جھوٹ کہہ سکتا تب بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ کہتا' اور اگر تمام انسانوں کو دھوکہ دے سکتا تب بھی تمہیں کبھی دھوکہ نہ دیتا''۔ بات کو بیان کرنے کا بہت ہی مؤثر اور دل کو بھالینے والا انداز ہے۔

اس تمہید کے بعد آپؐ نے فرمایا: ((وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ خَاصَّۃً وَّاِلَی النَّاسِ کَافَّۃً)) ''اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں! میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف خصوصاً اور پوری نوعِ انسانی کی طرف عموماً''۔ آپؐ کی دو بعثتیں ہیں یا یوں کہہ لیں کہ آپؐ کی بعثت کی دو حیثیتیں ہیں۔ اہل عرب اور قریش مکہ کی طرف آپ کی بعثت خصوصی ہے۔ اس لیے کہ آپؐ انہی میں سے تھے، انہی کی زبان بولتے تھے اور دعوت کا فریضہ بھی آپؐ نے بنفس نفیس اسی قوم میں سرانجام دیا۔ مزید برآں آپؐ کی ایک بعثت عمومی ہے بایں طور کہ آپؐ کی رسالت پوری نوعِ انسانی کے لیے ہے۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول اور قیامت تک اب آپؐ ہی کی رسالت کا دور ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے موت' بعث بعد الموت' حساب وکتاب' اور پھر جنت اور دوزخ کا تذکرہ انتہائی تاکیدی اور پُرزور انداز میں کیا ہے۔ فرمایا: ((وَاللّٰہِ لَتَمُوْتُنَّ کَمَا تَنَامُوْنَ، ثُمَّ لَتُبْعَثُنَّ کَمَا تَسْتَیْقِظُوْنَ، ثُمَّ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ، ثُمَّ لَتُجْزَوُنَّ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَّبِالسُّوْءِ سُوْءً، وَاِنَّھَا لَجَنَّۃٌ اَبَدًا اَوْ لَنَارٌ اَبَدًا)) ''اللہ کی قسم! تم سب یقیناً مر جاؤ گے جیسے (روزانہ) سو جاتے ہو' پھر یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے جیسے (ہر صبح) بیدار ہو جاتے ہو۔ پھر لازماً تمہارے اعمال کا حساب کتاب ہوگا اور پھر لازماً تمہیں پورا پورا بدلہ ملے گا' اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا۔ اور (تمہارے اعمال کی بنا پر اب تمہارے لیے) جنت ہے ہمیشہ کے لیے یا آگ ہے دائمی''۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں بھی تاکید کا اسلوب وہی ہے جو زیر مطالعہ آیت میں آیا ہے کہ فعل مضارع کے شروع میں لام مفتوح ہے اور آخر میں نونِ مشدّد! جس سے زیادہ کوئی تاکیدی صیغہ عربی زبان میں نہیں ہے۔

زیرمطالعہ آیت (7) میں بڑی فصاحت وبلاغت اور بڑے شدّ ومد کے ساتھ قیامت کے انکار کی پُرزور نفی اور اس کے وقوع کا نہایت تاکیدی اثبات کر دیا گیا اور اب اگلی آیت میں ایک بار پھر باقی دو ایمانیات یعنی ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۸﴾

''پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اُس نور (یعنی قرآن مجید) پر جو ہم نے نازل فرمایا۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

آیت کے آخری جملے میں ایمان بالآخرت کی طرف اشارہ کر دیا گیا تاکہ اس آیت کا' آیت 7 اور آیت 9 سے ربط وتعلق قائم ہو جائے۔

آیت 7 میں تو ایمان بالآخرت کے اوّلین اور اہم ترین جزو یعنی بعث بعد الموت کا اثبات تھا' جبکہ آیات 9 اور 10 میں آخرت کی اصل حقیقت کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کا دن ہی اصل فیصلے کا دن ہے اور اس دن کی کامیابی اور ناکامی ہی اصل کامیابی

پریس ریلیز 30 جنوری 2015ء

سابق گورنر پنجاب نے صحیح کہا کہ ہمارے ملک میں سچ کا قحط ہے

امریکا نے ''افغان طالبان دہشت گرد نہیں'' کہہ کر پاکستان کے اچھے برے طالبان کے موقف کو رد کر دیا

حافظ عاکف سعید

سابق گورنر کا حکومت کو چارج شیٹ کرنا گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کے مترادف ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ گورنر نے بالکل صحیح نشان دہی کی ہے کہ ہمارے ملک میں سچ کا قحط ہے۔ لینڈ مافیا اور قبضہ گروپ گورنر سے زیادہ طاقتور ہیں۔ قاتل دندناتے پھرتے ہیں اور مقتول کے ورثا ٹھوکریں کھا رہے ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ ہمارے معاشرے کی صحیح عکاسی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی جھوٹا اور خائن ہے۔ ظلم کا نظام قائم ہے جس کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سعودی عرب کے نئے بادشاہ سلمان بن عبدالعزیز نے اذان کی آواز سن کر دنیا کے طاقتور ترین انسان اوباما کو تنہا ائرپورٹ پر چھوڑ کر مسجد کا رخ کر کے ایک اعلیٰ روایت قائم کی ہے جبکہ ہمارے ہاں شہزادہ چارلس کے اسلام آباد آنے پر فیصل مسجد میں اذان کہنے سے روک دیا گیا تھا۔ امریکہ نے یہ کہہ کر کہ افغان طالبان دہشت گرد نہیں ہیں پاکستان کے اس مؤقف کو رد کر دیا ہے کہ اچھے اور بُرے طالبان میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کے حکمرانوں کو کوئی قطعی مؤقف قائم کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ اُنہوں نے امریکہ کے اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید کہا کہ اپنے پالیسی ساز اداروں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اچھے بُرے میں تمیز نہ کرنے کا دوسروں کو مشورہ دیتے ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

ونا کامی ہے۔ چنانچہ آیت 9 میں فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ﴾ ''جس دن وہ تم کو جمع کرے گا جمع ہونے کے دن (یعنی قیامت کے دن)''۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان اس دن جمع کیے جائیں گے۔ بعض روایات کے مطابق میدانِ عرفات کو پھیلا دیا جائے گا اور وہیں پر تمام بنی نوع انسان جمع ہوں گے۔ ہم یقین سے تو نہیں کہہ سکتے' لیکن اس کا پورا امکان موجود ہے اس لیے کہ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن زمین کے تمام اونچ نیچ ختم کر کے زمین کو بالکل ہموار کر دیا جائے گا اور ساری زمین ایک میدان کی صورت بن جائے گی۔ چنانچہ اس وقت زمین پر سات ارب انسان ہیں اور اتنے ہی یا اس سے کچھ زیادہ زمین کے اندر ہوں گے تو وہ سب کے سب قیامت کے دن ایک میدان میں اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی قیامت کے دن کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ط﴾ ''وہ ہوگا (اصل) ہار اور جیت کے فیصلے کا دن''۔ کون کامیاب ہے اور کون ناکام، اس کا اصل فیصلہ وہاں ہوگا۔

دنیا میں کسی کو کامیابیاں ملیں یا ناکامیاں، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کامیابیاں اور ناکامیاں سب آزمائش کی شکلیں ہیں اور اللہ تعالیٰ مختلف صورتوں اور کیفیات سے آزما رہا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ (آلِ عمران:186) ''ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے تمہارے مالوں میں بھی اور تمہاری جانوں میں بھی''۔ کوئی شخص بیمار ہو گیا، کسی کو کوئی حادثہ پیش آ گیا' یا کوئی ناگہانی آفت سے سینکڑوں انسان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے' تو یہ سب آزمائش کی صورتیں ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو کوئی بڑی کامیابی مل گئی ہے تو یہ بھی آزمائش ہے۔ لیکن انسان ہے کہ کامیابی ملنے کے نتیجے میں شراب وشباب کی محفل منعقد کر کے گویا اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ میں ناکام ہوں۔ اللہ کے بندے کی حیثیت سے تو کامیابی کے نتیجے میں اس کا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اللہ کے سامنے مزید جھکے اور اپنے اعمال سے بھی اور اپنی زبان سے بھی اس کا شکر ادا کرے۔

الغرض اصل کامیابی اور ناکامی تو قیامت کے دن کی ہے جس کا برملا اعلان زیرِ مطالعہ آیت میں کیا جا رہا ہے اور سورۂ آلِ عمران میں بھی اس کا تذکرہ بڑے خوبصورت پیرائے میں کیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۱۸۵)﴾ ''ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے اور تمہیں (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا قیامت کے دن۔ پس جو شخص (اُس دن) جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل ہو گیا تو یہ اصل کامیابی ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے''۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ کون بامراد ہوا اور کون نامراد! رہی اس دنیا کی ہار جیت اور کامیابی و ناکامی' تو یہ سب عارضی اور فانی ہیں۔ اصل بیلنس شیٹ تو قیامت کے روز سامنے آئے گی!

آگے اسی ہار جیت اور کامیابی و ناکامی کی تفصیل بیان ہوئی ہے:

﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩﴾

''اور جو اللہ پر ایمان رکھے گا اور عمل کرے گا بھلے اور درست' اللہ اس سے اس کی برائیوں کو دور فرما دے گا اور داخل کرے گا اسے ان باغات میں جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی' جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہی ہے بڑی اور اصل کامیابی۔''

اس آیت کے ضمن میں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ لہٰذا اصل اہمیت اسی کی ہے کہ آپ سیدھے راستے پر چلیں اور اگر درمیان میں کہیں پاؤں میں لغزش آ گئی اور کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو فوراً توبہ کر لیں' اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف فرما دے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ چلنا اُسی راستے پر ہے۔ اور اگر آپ نے اس گناہ کی دلدل سے نکلنے کی کوشش تک نہ کی یا یہ سوچ کر اس دلدل میں پڑے رہے کہ بڑھاپے میں جا کر توبہ کر لیں گے تو پھر یہ دائمی خسارہ ہے جس کا ذکر سورۃ العصر میں کیا گیا ہے: ''زمانہ کی قسم! یقیناً تمام انسان خسارے میں ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے' اور انہوں نے نیک عمل کیے' اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی' اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

آیت زیرِ مطالعہ کے آخر میں آخرت کی کامیابی کو حقیقی اور دائمی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت کی ہے اور دنیا کے مقابلے میں اس کی اہمیت مسلم ہے۔ مگر ہم بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کو بیلنس کر کے چلنا چاہیے۔ بظاہر یہ بڑی خوبصورت بات ہے' لیکن حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ اس لیے کہ نہ یہ دونوں برابر ہیں اور نہ ان کو بیلنس کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی زندگی مختصر، محدود اور غیر یقینی ہے، جبکہ اُخروی زندگی لامحدود اور ہمیشہ ہمیش کی ہے تو ان میں کسی قسم کا کوئی موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کو بہرصورت یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ کے لیے یہ دنیا اور دنیوی کامیابی مقدم ہے یا آخرت اور اُخروی کامیابی! بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم میں سے اکثر کا رویہ یہ ہے کہ ہم دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ قرآن نے بھی تو شکوہ کیا ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ (۲۰) وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (۲۱)﴾ (القیامۃ) ''ہرگز نہیں! بلکہ تم دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت کو موخر کر دیتے ہو''۔ حالانکہ آخرت کی کامیابی و ناکامی ہی دائمی ہے۔ اس کی کامیابی کی شرح جنت میں دخول ہے جس کا ذکر آیت 9 میں کیا گیا اور اس کی ناکامی کو آیت 10 میں واضح فرما دیا گیا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝١٠﴾

''اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ آگ والے ہیں' جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس سورۃ کا پہلا رکوع اپنے اختتام کو پہنچا جس میں ایمانیات ثلاثہ (i) ایمان باللہ' (ii) ایمان بالرسالت اور (iii) ایمان بالآخرت کا بیان تھا۔ اگلے رکوع میں ایمان کے ثمرات اور نتائج کا بیان ہے جن کو سامنے رکھتے ہوئے انسان اپنے ایمان کو جانچ سکتا ہے کہ آیا اس میں ایمانِ حقیقی موجود ہے یا نہیں۔ اگر آپ کو اپنے آپ میں ایمان کے یہ ثمرات نظر نہ آئیں تو پھر آپ کو فکر کرنی چاہیے اور ایمانِ حقیقی کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان و یقین کی دولت سے بہرہ مند فرمائے اور اس کے عملی تقاضوں کو بھی پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

سیاسی کم نگاہی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

یادش بخیر بش نے پاکستان کو 11/9 کے بعد دھمکایا تھا کہ ہمارا ساتھ نہ دیا تو پتھر کے زمانے میں پہنچا دیں گے۔ ہم جو ایک ایٹمی قوت تھے سن کر لرز اٹھے۔ چاند پر تھگلیاں لگانے کے دور میں ہم پتھر کے زمانے میں جا بیٹھیں؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا مشرف بہادر نے بیک جنبش لب پوری قوم کی طرف سے (پوچھے بغیر ہی) ہاں کر دی۔ آج 14 سال بعد دیکھئے ہم کہاں کھڑے ہیں۔ خوشحالیوں میں ہلکورے کھاتے ترقی کی عظیم ترین شاہراہوں پر گامزن......؟ پٹرول کا بحران اپنی مثال آپ ہے۔ مشرقی سرحد کبھی بھی محفوظ نہ تھی۔ مودی کے آنے کے بعد ہم مزید خطرات میں گھر گئے ہیں۔ ایسے میں پٹرول کے ذخائر کا ہمہ وقت دستیاب رہنا، ریلوے کی مضبوط مستحکم رواں سروس دشمن کے مقابل دو اہم ترین دفاعی ضروریات ہیں۔ ریلوے کی بربادی پر ہم مکمل فاتحہ پڑھ کر بے غم ہو بیٹھے اور اچانک پٹرول گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہو گیا۔ یوں کہ حکومت تک کو خبر نہ ہو سکی! باراتیں ریڑھوں پر جانے لگیں۔ گھوڑوں، گدھوں کی افادیت سمجھ آنے لگی! گیس پہلے ہی یوں غائب تھی کہ سی این جی داغ مفارقت دے گئی۔ طویل طویل لائنوں رت جگوں کے بعد ملنے والی گیس بند کر دی گئی کہ سردی میں گھریلو ضروریات پوری ہو سکیں۔ گھروں میں آگ تاپنے کو تو کیا ملتی، ہانڈی روٹی سے بھی منہ موڑ گئی۔ خواتین شب زندہ دار ہو گئیں۔ رات کے جس پہر بھی گیس جلوہ گر ہو اٹھ کر کھانا بنائیں! اسلام آباد کی خواتین کی ایک ایسی تصویر بھی اخبار میں شائع ہوئی جہاں وہ لکڑیاں اکٹھی کر کے لے جاتی دکھائی دیں! رہی بجلی...... تو گھروں میں دن رات کے یہ تذکرے تو کب سے ہمارا مقدر ہو چکے کہ آ گئی؟ چلی گئی! کون......؟ بجلی! اب ہم صرف بل ادا کر کر کے بلبلاتے ہیں بجلی آئے نہ آئے۔ پٹرول بجلی گیس کے بغیر پتھر کے زمانے میں تو ہم آن پہنچے۔ دریا خشک...... صنعتیں ٹھپ...... قوم اب فارغ بیٹھ کر ''کوکلا چھپاکی'' کھیلنے پر مامور کر دی گئی ہے۔ ویڈیو گیمز کے دور سے پہلے بچے، بچیاں یہ کھیل کھیلتے تھے۔ ایک دائرے میں آنکھیں بند کر کے سب بیٹھ جاتے اور ایک (دوپٹے کا) کوڑا بنا کر ہاتھ میں لیے سب پر کوتوال بنا دوڑتا جاتا اور کہتا جاتا...... کوکلا چھپاکی جمعرات آئی ہے۔ جو آگے پیچھے دیکھے اس کی شامت آئی ہے۔ (بہ زبان پنجابی) سو دہشت گردی کی جنگ جو بش لے کر افغانستان اور عراق میں آن اترا تھا...... اب باضابطہ ہمارے صحن میں اتر آئی ہے۔ 21 ویں ترمیم کا کوڑا بعنوان مذہبی دہشت گردی تیار ہے۔ جمعرات اہل دین ہی پر آئی ہے۔ 12 نئی تنظیموں پر پابندی، کل تعداد 72 ہو گئی۔ دینی کتابوں اور کتابخانوں کی شامت۔ اب اپنی ہی اتحادی جماعت الدعوۃ کی شامت آئی ہے۔ اثاثے منجمد! جس پر امریکہ فرمائشی انگلی رکھ دے وہ گردن زدنی ہو جائے۔ لسانی، نسلی جماعتوں کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ مغربی طاقتوں کے ایجنڈوں اور ان کے فنڈ سے چلنے والی این جی اوز کے جال بڑھتے پھیلتے رہیں پروا نہیں! سارا نزلہ مذہبی جماعتوں، مدارس اور ایسی شناخت رکھنے والے افراد پر گرا ہے جو...... خدا کا نام لیتے ہیں اس زمانے میں! اسلام آباد میں منعقد دینی جماعتوں کے سیمینار میں 21 ویں ترمیم پر شدید ردعمل اور تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے۔ مدارس میں قرآن وحدیث پڑھایا جاتا ہے۔ بلاشبہ قرآن کی 485 آیات جہاد کی بات کرتی ہیں۔ حدیث میں کتاب الجہاد بھی موجود ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ایسے ہی تڑپتے پھڑکتے واویلا کناں کو اقبالؒ نے جواب دیا تھا جو آج بھی عین سچ ہے۔ صبر کیجیے، تحمل سے پڑھئے۔ 6 ماہ تا سال بھر کی قید و بند جو آئے روز کا آرڈیننس اور نوزائیدہ قوانین سنا سنا کر دہلا رہے ہیں (یہ کہہ دیا تو بند کر دیں گے یہ لکھ دیا تو جیل جاؤ گے!)...... وہ دینا چاہیں تو شاعر مشرق کو دے ڈالیں۔ راقمہ تو صرف نقل کرنے کا گناہ کر رہی ہے۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر
تیغ و تفنگ دست مسلماں میں ہے کہاں،
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر!
تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ (مغرب) زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ (مغرب) سے درگزر!

(یہ بھی صد غنیمت کہ اقبالؒ ان کی دست برد سے باہر جا چکے۔ گارڈ تا ہم قبر اقبالؒ پر ہم نے احتیاطاً بٹھا رکھی ہے!) سو حقیقت یہی ہے کہ کسی مدرسے کے ساتھ بھی حاشا وکلاء کالجوں کی طرح تھیوری پڑھانے کے بعد پریکٹیکل (تجربہ) کرنے کے لیے لیبارٹری (تجربہ گاہ) نہیں ہے! قوم کے لیے ہم کیا چاہتے ہیں؟ پٹرول بجلی گیس کے اعتبار سے پتھر کے دور میں جا پہنچے۔ سیکیورٹی کی آڑ میں ملک کے طول وعرض میں تعلیمی ادارے تادیر بند رکھ کر تعلیم کا حرج ہوا۔ اب مدارس کی شامت ہے۔ کیا امریکی فرمائشوں پر مدارس بند کر دیں؟ رہی سہی تعلیمی سرگرمی ٹھپ ہو جائے؟ بچے گلی ڈنڈا کھیلیں؟ اگر فلسطینیوں کی طرح غلیل اٹھالی تو کیا ہو گا؟ انتفاضہ......؟ قومی اسمبلی میں فرانسیسی خاکہ نگاری پر خطاب کے دوران ایک رکن نے کہا تھا...... کے خلاف توہین آمیز اقدامات ہی انہیں پرتشدد اقدامات پر اکساتے ہیں۔ اور سچ بھی یہی ہے۔ خود گوروں کا اپنا جنون، انتہا پسندی، شدت پسندی، عدم برداشت کا رویہ دیکھئے کہ فرانس میں 15 دن میں (باقی صفحہ 13 پر)

اقامتِ دین: ہماری اوّلین ذمہ داری

فریداللہ مروت

’’دین اسلام‘‘ اس صالح طریق زندگی اور اس خداوندی ہدایت کا نام ہے جس کا پیغام انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچتا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں انبیاء کے دو کام تھے:

ایک وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا علم حاصل کرنا اور دوسرے اس علم ہدایت کو بندوں تک پہنچانا، بتانا اور ان کو اس پر چلانے کی کوشش کرنا۔

ان میں سے پہلا کام تو سلسلہ نبوت ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو گیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔ لیکن سلسلہ نبوت کا دوسرا کام یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی اس ہدایت و شرافت اور شریعت کو بندوں تک پہنچانا اور ان کو اس پر چلانے کی کوشش کرنا باقی اور جاری ہے۔ اور امت محمدی ﷺ کا یہ خاص شرف ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نیابت میں وہ اس مقدس مشن کو قیامت تک جاری رکھنے اور اس کار نبوت کو انجام دینے کی ذمہ دار ہے۔

مسلمان کی اصل شناخت یہی ہے کہ یا تو خود اسلام کی دعوت اور عملی جدوجہد میں شریک ہوں، یا پھر اس دعوت و عملی جدوجہد میں مشغول ہونے والی جماعت یا لوگوں کی پشت پناہ و مددگار ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اس جماعت کے عملی جدوجہد میں حصہ لینے کا عزم اور شوق رکھتے ہوں۔ صرف پُرامن، مطمئن اور کاروباری زندگی ہی مکمل اسلامی زندگی نہیں اور نہ ہی یہ زندگی ایک مسلمان کا مقصودِ حیات ہو سکتا ہے۔ جائز کاروبار اور جائز مشاغل زندگی ہرگز ممنوع نہیں بلکہ رزق حلال عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، شرط یہ ہے کہ کوئی معاشرہ اجتماعی طور پر دین حق پر قائم ہو یعنی شریعت محمدی کا نفاذ ہو چکا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر اپنی اصل ذمہ داری یعنی دعوت حق سے سبکدوش اور کنارہ کش ہو گئے تو پھر دنیا میں ان کے حفظ و بقا کی کوئی ضمانت نہیں لی جا سکتی۔ پھر ذلت و رسوائی، کمزوری اور بے بسی ہی ان کا مقدر ہو گی اور بفرض محال اگر اسلامی ریاست دین سے دور رہتے ہوئے اور دعوت حق سے لاتعلق ہو کر کسی نہ کسی طرح مضبوط و مستحکم ہو جائے یعنی ایٹمی قوت بن جائے، اقتصادی لحاظ سے بہت مضبوط ہو جائے، فوجی اور عددی طاقت بھی بہت بڑھ جائے۔ تب بھی ایسی طاقت ہرگز نفع بخش نہیں بلکہ انتہائی ضرر رساں ہو گی۔ وہ یقیناً عدل سے ہٹ جائیں گے اور اس قدر ظلم و ستم پر اتر آئیں گے کہ کفار بھی شرمائیں گے۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں آپ کو مسلمان بادشاہوں کے بہت سے ایسے ادوار مل جائیں گے، جب دولت و قوت اسلام کے حوالہ سے نفع بخش ثابت نہ ہوئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کامیابی دعوت حق کا کام کرنے اور نفاذ دین کے لئے جدوجہد میں رکھی ہے۔ مسلمان کو دنیا کی ہر نعمت مل سکتی ہے، حکومتیں ملتی رہیں گی، دولت پا سکتے ہیں مگر امانت خداوندی یعنی دعوت الی اللہ جس سے اللہ تعالیٰ کی پرستش ہو اور غلبہ و سطوت صرف اللہ کا رہے، اس کے احکام روئے زمین پر جاری ہوں اور زندگی کے ہر موڑ پر اس کے احکام کا بول بالا ہو، اگر یہ نہیں ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے امت محروم ہو جائے گی۔

لہٰذا امت کا ہر فرد اپنے آپ کو اللہ کے دین کا داعی و مبلغ سمجھے۔ علم توحید کو سربلند اور اللہ کے دین کو قائم رکھنے کی آرزوؤں اور تمناؤں کو غالب اور تر و تازہ رکھیں۔ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں۔ اللہ کی رضا اور اس کے احکام کے اجراء کو ہر مقصد اور ہر نسبت پر قربان کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ مسلمانوں کی کامیابی و بقاء کی ضمانت اسی میں ہے۔

یاد رکھئے! قیامت کا دن بڑا کٹھن ہے۔ اس دن دل کی کیفیت چہروں پر عیاں ہوں گی۔ جن کے دل نور ایمان سے منور ہوں گے حشر کے میدان میں ان کے چہرے مسرت و کامرانی سے آفتاب کی طرح روشن ہوں گے اور ان کی نگاہیں دیدار الٰہی میں محو ہوں گی۔

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (٢٢) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (٢٣)﴾ (القیمہ)

’’اس دن بہت سے (خوش نصیبوں کے) چہرے تر و تازہ اور بارونق ہوں گے اور رب کے دیدار میں محو ہوں گے۔‘‘

اور جن کے دلوں میں دین و ایمان سے دوری کی وجہ سے گمراہی کی تاریکی جمی ہوئی ہو گی، اس روز ان کے چہرے شرم و ندامت اور گناہوں کی تپش سے جھلسے ہوئے سیاہ اور اداس ہوں گے۔

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ (٢٤) تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ (٢٥)﴾ (القیمہ)

’’اور بہت سے (بدنصیبوں کے) چہرے اداس اور بے رونق ہوں گے اس آفت کے اندیشے سے جو اُن پر آنے والی ہے۔‘‘

آیئے! ہم بھی عہد کریں کہ آج کے بعد ہم نے دین کی دعوت کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنانا ہے۔ پہلے خود اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم ﷺ کے طریقوں کے مطابق ڈالنا ہے اور پھر اللہ کے دین کو مملکت خداداد پاکستان اور ساری دنیا میں پھیلانے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اور خود کو حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کا مصداق بنانا ہے کہ ’’اللہ اس بندے کو شاداب و مسرور رکھے جس نے مجھ سے میرا پیغام سنا اور اسے ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچایا۔‘‘ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کا سچا مبلغ و داعی بنا دے۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆

اے چاند یہاں نہ نکلا کر

حبیب جالب

اے چاند یہاں نہ نکلا کر
بے نام سے سپنے دیکھا کر
یہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے
اس دیس میں اندھے حاکم ہیں
نہ ڈرتے ہیں نہ نادم ہیں
نہ لوگوں کے وہ خادم ہیں
ہے یہاں پہ کاروبار بہت
اس دیس میں گردے بکتے ہیں
کچھ لوگ ہیں عالی شان بہت
اور کچھ کا مقصد روٹی ہے
وہ کہتے ہیں سب اچھا ہے
مغرب کا راج ہی سچا ہے
یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا
اے چاند یہاں نہ نکلا کر

تہذیبوں کا تصادم

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: پروفیسر غالب عطاء (معروف دانشور)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: محمد خلیق

سوال: ایک فرانسیسی دانشور کی رائے کے مطابق ''چارلی ہیبڈو'' پر حملہ امریکی اور صیہونی سازش ہو سکتی ہے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

پروفیسر غالب عطاء: میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پیچھے نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی وجہ، بس ایک سٹیٹمنٹ ہے جو ادا کر دی گئی ہے۔ اس حملے کی ذمہ داری یمن کے لوگوں نے قبول کی، تو یمن کے ساتھ فرانس اور یورپ کے کیا مفادات وابستہ ہیں؟ یہ تو ایک من گھڑت سی بات ہے کہ کسی کے من میں ایک بات آئی اور اس کو پبلک کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کی شان میں گستاخی ایک ایکٹ آف وار ہوتا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے آخری خلیفہ عبدالحمید کے دور میں ایک ثقافتی طائفے نے فرانس میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ جب خلیفہ عبدالحمید ثانی کو پتا لگا تو اس نے فرانس کے سفیر کو بلا کر کہا کہ اس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں، تم اس کو بند کر دو۔ جب یہ پیغام فرانس کے پاس پہنچا تو یہ ڈراما بند ہو گیا۔ پھر وہی طائفہ انگلینڈ میں گیا۔ وہاں جب یہ جاری ہوا تو خلیفہ عبدالحمید نے برطانوی سفیر کو بلایا اور اسے کہا کہ اس کو بند کر دو۔ اپنی سپر طاقت ہونے کے نشے میں برطانیہ نے اسے بند نہیں کیا۔ خلیفہ عبدالحمید ثانی کو جب یہ پتا چلا تو اس نے سفیر بلا کر اس کو انتظارگاہ میں بٹھا دیا۔ وہ جانا چاہتا تھا لیکن خلیفہ کے گارڈز اسے زبردستی بٹھائے رکھتے تھے۔ ایک سپر طاقت کا سفیر ہونے کے باوجود اسے detain کر دیا گیا۔ پھر جب خلیفہ عبدالحمید آئے تو اس کو کہا کہ یہ تم بند کر دو ورنہ پوری اسلامی سلطنت میں برطانوی مفادات کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ اگر ایسی سرگرمیاں 48 گھنٹے میں بند نہ ہوئیں تو جہاں کہیں بھی برطانوی ہوں گے ہم وہاں ان کے خلاف حالتِ جنگ میں ہوں گے۔ اسلام تو نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے بارے میں یہ کہتا ہے۔ اب پیرس میں جو واقعہ ہوا ہے اس کے نتیجے میں مغرب کا سیکولرازم اور مذہب مخالف نظریہ دنیا کے سامنے expose ہو گیا ہے۔ اس کو سیاسی سازشوں کا رنگ دینا اور یہ کہنا کہ اسرائیل اور امریکہ نے یہ کرایا ہے تاکہ یورپ اکٹھا ہو کر اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے، ایک مضحکہ خیز بات لگتی ہے۔

سوال: اس میگزین پر حملہ کے بعد تہذیبوں کے تصادم کی بازگشت سنائی دی ہے۔ یہ اصطلاح کس نے ایجاد کی اور کن تہذیبوں کے درمیان تصادم کا خطرہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: سرد جنگ کے فوری بعد جب عراق نے کویت پر حملہ کیا تھا اور امریکہ نے عراق کو شکست دی تو وہ ایک جزوی شکست تھی۔ اُس وقت امریکی صدر بش سینئر نے کہا تھا کہ اب ہم دنیا میں نیو ورلڈ آرڈر نافذ کریں گے۔ اس نے اُس وقت نیو ورلڈ آرڈر کی صرف اصطلاح استعمال کی تھی۔ اس کے فوری بعد 1992ء میں ایک جاپانی نژاد امریکی فوکویاما کی طرف سے ایک آرٹیکل سامنے آیا: The End of the History and the Last Man۔ اس نے لکھا کہ تہذیب کی سطح پر سوشل پولیٹکل معاملہ اپنی معراج پر پہنچ چکا ہے، مغرب کی تہذیب آخری تہذیب ہے اور یہی سب سے بہتر تہذیب ہے، اس کے مقابلے میں کوئی برتر تہذیب نہیں آ سکتی اور یہ تہذیب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی۔ فوکویاما، ہارورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ اس کے جواب میں 1993ء میں ہارورڈ یونیورسٹی ہی کے پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن (Samuel Huntington) نے امریکہ کے میگزین ''فارن افیئر'' میں ایک مضمون لکھا۔ یہ جریدہ امریکہ کے خارجہ امور کے حوالے سے پالیسی کی تیاری کا کام کرتا ہے۔ ہنٹنگٹن کے مضمون کا عنوان تھا: The Clash of Civilizations۔ اس نے اس بات کو غلط قرار دیا کہ یہ End of the history ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ابھی ایسی تہذیبیں موجود ہیں جو مغربی تہذیب کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کے بعد آنے والے وقت میں کوئی اور تہذیب نہیں آئے گی۔ اس نے سات تہذیبیں گنوانے کے بعد کہا کہ ان میں سے چار تو بالکل ہی ختم ہو چکی ہیں یا ختم ہونے کے قریب ہیں لیکن تین تہذیبیں (مغربی تہذیب، اسلامی تہذیب، چین کی تہذیب) اپنی پوری طاقت کے ساتھ دنیا میں موجود ہیں اور ان کا کسی وقت بھی تصادم ہو سکتا ہے۔ 1996ء میں اس نے Clashes of the Civilizations and Remaking of New World Order کے نام سے ایک کتاب لکھی، جو دنیا میں کافی مشہور ہوئی۔ اس پر ہارورڈ یونیورسٹی ہی کے ایڈورڈ نامی ایک شخص نے، جو اب مسلمان ہو چکا ہے اور اس کا نام Edward Said ہے، اس نظریے کو رد کیا اور کہا کہ تہذیبوں کا تصادم محض ایک بہانہ ہے۔ اصل میں اس کے ذریعے مغربی تہذیب یعنی امریکی دنیا میں تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں اور عسکری طور پر دنیا کو اپنے پنجوں تلے رکھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ بیس بائیس سال پہلے بش نے ایک سیاسی بیان دیا تھا جبکہ ''تہذیبوں کا تصادم'' کے الفاظ سب سے پہلے ہنٹنگٹن نے استعمال کیے تھے، اور وہ آج تک چل رہے ہیں۔ اس دوران دنیا میں دوسرے مسائل پیدا ہوئے تو یہ بات کچھ دب گئی تھی۔

پیرس میں جو حملہ ہوا ہے وہ درحقیقت مغرب کی ایک سازش ہے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ پہلے بھی مختلف انداز میں اسی طرح کا دھوکا کر چکا ہے، مثلاً نائن الیون کا واقعہ، جو ایک ڈراما تھا اور صرف مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے کھیلا گیا تھا۔ اس طرح کے واقعات میں مسلمان اپنے جذبے کے تحت یہ کام کرتے ہیں، انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کسی سازش کے تحت استعمال ہو رہے ہیں۔ پیرس میں دو بھائیوں نے جو کام کیا وہ بالکل ٹھیک کیا۔ اس واقعہ کی آڑ میں اگر کچھ لوگ ریاستی اور غیر ریاستی کی بحث لاتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملے کو الجھانے والی بات ہے۔ اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو کسی

مسلمان کے لیے واجب نہیں کہ اس کو زندہ چھوڑے۔ اس گستاخ کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

سوال : کیا گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت تہذیبوں کے تصادم اور صلیبی جنگ بھڑکانے کی سازش ہوسکتی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس کے پیچھے کیا مقصد کارفرما ہے؟

پروفیسر غالب عطاء : صلیبی جنگ دو مذاہب یعنی اسلام اور عیسائیت کے درمیان تھی، لیکن 1648ء میں ایک تبدیلی آجاتی ہے۔ اس سال ویسٹ فالیا (Westphalia) کانفرنس میں تقریباً سارا یورپ اکٹھا ہوجاتا ہے اور وہ ایک لائحہ عمل بناتا ہے، جس کے مطابق عیسائی ریاستیں سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایک اتحاد قائم کرتی ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ سلطنت عثمانیہ کو کمزور کرتے ہیں۔ آج کل عالمی قوانین میں جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں، یہ سب 1648ء کے بعد استعمال ہونی شروع ہوئیں۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کی تیاری میں دو دستاویزات نے بنیادی کردار ادا کیا: اوّل، اٹلانٹک چارٹر جس پر 14 اگست 1941ء کو دستخط کیے گئے۔ اس کی بنیاد بھی 1648ء کی ویسٹ فالیا دستاویز ہے۔ دوم، 1799ء کا فرانسیسی انقلاب، جہاں سے سیکولرازم کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب عیسائیت کو ریاست کے معاملات سے جدا کر دیا گیا تو سوال پیدا ہوا کہ صحیح و غلط کا معیار کیا ہوگا اور اس کا فیصلہ کیسے ہوگا۔ اس پر کہا گیا کہ یہ فیصلہ جمہوریت کرے گی۔ لوگوں کی اکثریتی رائے کو ہم لوگوں کے اُوپر نافذ کریں گے۔ یہ ایک مذہب مخالف رویہ تھا۔ پہلے انہوں نے عیسائیت کو ختم کیا اور پھر انہوں نے کسی بھی مذہب کو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ لوگوں کو مسائل کا حل دے۔ یعنی یہ طے کرلیا گیا کہ مسائل کا حل مذہب نہیں بلکہ لوگ پیش کریں گے۔ انبیاء کی جدوجہد یہی ہوتی تھی کہ کیا اللہ کا قانون چلے گا یا لوگوں کا بنایا ہوا قانون چلے گا۔ یہی کچھ فرانسیسی انقلاب میں ہوا اور اس کو 1945ء میں دنیا بھر میں نافذ کر دیا گیا۔ 1945ء میں جرمنی کمزور ہوگیا جبکہ برطانیہ کو ساری دنیا سے اپنی نوآبادیاں (colonies) ختم کرنا پڑیں۔ اس کے بعد نئے ملک بننے شروع ہوئے تو دنیا میں ایک نیا منظرنامہ وجود میں آیا جس میں نئی نئی اصطلاحات استعمال ہونا شروع ہوگئیں۔ مثلاً یہ کہا گیا کہ اب قومی ریاست (Nation state) کا تصور چلے گا۔ اسی طرح یہ طے ہوا کہ سیکولر فکر کو پروان چڑھانا ہے۔ اب کسی مذہب کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ کسی ملک کے نظام کو چلائے بلکہ ہیومن رائٹس چارٹر کو تسلیم کرنے والا ہی ایک آزاد ملک ہے اور جو اس کو نہیں مانے گا، اس کو عالمی برادری ایک آزاد ملک کی حیثیت سے قبول نہیں کرے گی۔

اس تبدیلی کی رُو سے 1990ء کی دہائی میں جب تہذیبوں کے تصادم کا موضوع زیر بحث آتا ہے تو یہ اس سارے معاملے کو ایک نیا رُخ دینے والی بات ہوسکتی ہے۔ دراصل پہلے وہ کمیونزم کے خلاف لڑ رہے تھے۔ جب وہ کمزور ہوکر ختم ہوگیا تو اب ان کو ایک نئے monster کی ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت ساری تہذیبیں ہو سکتی ہیں اور اس میں سب سے بڑا monster اسلام ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسے موضوع بنا کر اس پر بحث شروع کر دی گئی۔ اس کے بعد نائن الیون کا واقعہ ہوتا ہے اور دوبارہ ایسی صورت حال بنتی ہے۔ چارلی ہیبڈو نے جو خاکے شائع کیے، یہ اصل میں انہوں نے اپنے مؤقف کو مضبوط کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم تمہارے دین کو نہیں مانتے۔ وہ اس کو چیلنج کر رہے ہیں۔ یہ ایک قسم کی للکار ہے اور اس کا جواب اسی طرح دینا چاہیے جیسے مسلمان جواب دیتے ہیں۔ اگر وہ قتال اور جہاد کی بات کرتے ہیں تو جہاد میں جانا چاہیے، اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

رسول پاک ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کرے تو اس کی سزا موت ہے۔ حضرت علیؓ وہ پہلے فرد تھے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو قتل کیا۔ غزوہ بدر کے قیدیوں میں دو افراد ایسے تھے جنہوں نے ماضی میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ایک نے آپؐ کے اُوپر اوجھڑی پھینکی تھی۔ آپؐ نے اس کو پہچانا تو حضرت علیؓ نے اسے باہر نکال کر قتل کیا۔ دوسرے شخص نے نبی اکرم ﷺ کی گردن میں کمبل ڈال کر آپؐ کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی (معاذ اللہ)۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کو بھی پہچانا اور حضرت علیؓ نے اسے بھی قتل کیا۔ اس وقت جو صورت حال ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ والا ایکشن اور غازی علم دین، ممتاز قادری اور کوچی برادران والا ایکشن لازمی ہے۔ یہ انفرادی معاملہ ہے، لیکن جب فرانس بطور ریاست یہ کام کرتی ہے تو مسلمان قتال اور جہاد کے ذریعے اسے جواب دیں۔

سوال : ہمارے بعض دانشور اس واقعہ کو صرف اسلام ہی نہیں بلکہ لبرل طبقہ اور تمام مذاہب کے خلاف بھی ایک واقعہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا : مجھے بھی ایک صاحب کی اس طرح کی باتیں سن کر بڑا دُکھ ہوا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی تاریخ کے لحاظ سے دیکھے تو اس معاملہ کو لبرل بمقابلہ مذہب بالکل قبول نہیں کرے گا۔ صلیبی جنگیں 1095ء میں شروع ہوئیں اور 1187ء میں مسلمانوں نے صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں بیت المقدس فتح کیا۔ یہ ساری جنگیں مذہب کی بنیاد پر لڑی گئیں اور ان کا آغاز عیسائیوں نے کیا تھا۔ میں نے جب پیرس میں 40 ممالک کے سربراہان کا ملین مارچ دیکھا تو مجھے وہی نقشہ نظر آیا جو تاریخ پیش کرتی ہے۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بالکل اسی طرح رضاکار نکلتے تھے اور یورپ کے لوگ ان کو اسی طرح ویلکم کرتے تھے۔ لہٰذا اصلاً یہ جنگ مذہب کی بنیاد پر ہے اور دو مذاہب کے درمیان ہے، یعنی عیسائی مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ اس وقت دنیا میں منافقت اس طرح مسلط ہے کہ اس کی پہچان مشکل ہوگئی ہے۔ یورپ میں جو سب سے زیادہ منافقت چل رہی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اداروں کے اصول وضوابط اور قوانین کی کتب میں سیکولرازم کا لفظ موجود ہے یعنی تمام لوگوں سے بلاامتیاز مذہب ایک جیسا سلوک، لیکن عملاً ایسا نہیں ہو رہا۔ مغرب اس حوالے سے دھوکا دیتا ہے۔ چارلی ہیبڈو کے واقعہ میں بھی انہوں نے قتل کے خلاف مارچ تو کیا ہے لیکن یہ الفاظ ادا نہیں کیے کہ جو عمل کیا گیا وہ بھی غلط تھا اور جو ردِّعمل ہوا وہ بھی غلط ہے۔ اگر اس طرح کا فریڈم آف ایکسپریشن ہوگا کہ نہ صرف ہولوکاسٹ بلکہ ملکہ برطانیہ پر بھی آپ کوئی تنقید نہیں کر سکتے تو پھر اسی طرح کا ری ایکشن بھی ہوگا۔ اصل میں یہ یورپ کی دورنگی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس واقعہ پر اس طرح کا stance نہیں لیا جیسا کہ لینا چاہیے تھا۔ اس امت میں نبی اکرم ﷺ کی حیثیت وہی ہے جو طبعی طور پر انسان کے جسم میں شہ رگ کی ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی آدمی کا تعلق نبی اکرم ﷺ سے منقطع ہوگیا تو گویا اس آدمی کی روحانی شہ رگ کٹ گئی ہے۔ اب اس کی روح زندہ نہیں رہ سکتی۔ انہوں نے ہماری روحانی شہ رگ پر حملہ کیا ہے اور اس کا مسلمانوں کو ایسا جواب دینا چاہیے جو ان کو سختی کے ساتھ hit کرے اور وہ دوبارہ ایسی مذموم حرکت نہ کرسکیں۔

سوال: یورپ کے چالیس ممالک نے فوری طور متحد ہو کر

جو مارچ کیا ہے، معلوم ہوتا ہے اس سے عالم اسلام کو ایک پیغام دیا گیا ہے۔ کیا آپ عالم اسلام کے حکمرانوں کے ردعمل سے مطمئن ہیں؟

پروفیسر غالب عطاء: اس پر بالکل بھی مطمئن نہیں ہوا جا سکتا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہیومن رائٹس، فریڈم آف ایکسپریشن کے حوالے سے جو نظام اور ورلڈ آرڈر قائم کیا گیا، مسلمان ممالک کے حکمران اسی کے پروردہ ہیں۔ ان سے تو کوئی امید نہیں لگائی جا سکتی کہ وہ کوئی معقول جواب دیں گے۔ چارلی ہیبڈو نے جب یہ خاکے شائع کیے تھے تو مسلمان ممالک کی جانب سے ہمیں کوئی ایکشن نظر نہیں آیا۔ تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب یہودی نے شان رسالت میں گستاخی کی تو رسول پاک ﷺ نے مسلمانوں سے پوچھا: اس کو کون سبق سکھائے گا؟ چنانچہ یہودی کو اس کے قلعے میں اس کے بستر پر مارا گیا۔ کیا آج مسلمانوں کی افواج میں کوئی ایسے خصوصی دستے یا سپیشل سروسز گروپ کے لوگ ہیں جن کا objective یہ ہو کہ وہ نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی پر ایکشن لیں؟ مسلمان ممالک کے عسکری set up میں ایسی چیز نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس یہ کام کرتے ہیں۔ غازی علم دین شہید نے جب یہ کام کیا تو اس وقت وہ مسلمان ملک میں نہیں تھا۔ اب بظاہر جو مسلمان ملک ہیں، وہ بھی اس قسم کے کام کرنے والوں کو اگر جیلوں میں بند کریں گے تو اس سے ہمیں ان کی نظریاتی گراوٹ پر شرمندگی ہی ہو گی۔ چارلی ہیبڈو تو بالکل مذہب مخالف عقیدہ رکھتا ہے کیونکہ اس نے اس سے پہلے دوسرے انبیاء کے بھی خاکے بنائے تھے۔ عیسائیت اس معاملے میں مکمل طور پر اس کے ساتھ نہیں ہے لیکن عیسائیت کی گراوٹ بہت زیادہ ہو گئی۔ پوپ فرانسس نے ہم جنس پرستوں میں شادیوں کے حوالے سے کہا ہے کہ ہمیں ایسے نظریات رکھنے والوں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔ عیسائیت تو نظریاتی طور پر اس حد تک گر چکی ہے۔ انہوں نے مذہب کے بنیادی عقائد کو evolution کے ساتھ جوڑ دیا، یعنی یہ کہ عیسائیت میں بھی evolution ہوتی رہے گی۔ وقت کا جو تقاضا ہے، اس کے حساب سے ہمیں بھی تبدیل ہو جانا چاہیے۔ اصل میں اس کا جواب خلافت ہی دیتی ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی پر کارروائی کرنا درحقیقت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ دور نبویؐ میں جنہوں نے اس طرح کی گستاخیاں کی تھیں، ان کے حوالے سے کارروائی فتح مکہ کے بعد ہوئی۔ تقریباً 9 لوگ تھے جنہیں اس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ تو اس سے کم پر کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔

سوال: ان حالات میں جب مغرب آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ میں مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی پر اُترا ہوا ہے، مسلمانوں کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ مختلف اوقات میں مختلف اقوام اور مذاہب عالمی طاقت کی حیثیت سے غالب رہے ہیں۔ حالیہ تاریخ میں پہلے برطانیہ دنیا کی سپر طاقت تھا، اس کے بعد امریکہ بن گیا۔ اسی طرح ایک طویل عرصے تک مسلمان بھی سپر طاقت تھے۔ انہوں نے سپر پاور آف دی ارتھ کی حیثیت سے کئی صدیاں گزاری ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ مسلمان سپر پاور کیوں تھے؟ مسلمانوں میں بھی سب سے پہلے عربوں نے سپر پاور کی حیثیت سے دنیا میں حکومت کی۔ ان کے بارے میں دوسری اقوام یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم اپنے کسانوں کو بھیج کر عربوں کو مارا کرتے ہیں، فوج نہیں بھیجتے۔ لیکن ایک وقت وہ آیا کہ یہی عرب مسلمان سپر پاور بنے۔ کیوں؟ دراصل اسی کیوں میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔

بات یہ ہے کہ اُس وقت مسلمانوں کا تعلق اللہ کی کتاب کے ساتھ تھا۔ مسلمان اللہ سے اور اس کے رسولؐ کی سنت سے جڑا ہوا تھا۔ ہر قدم پر یہ سوچا جاتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اس معاملے میں کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی ذاتی زندگی کو بھی نقل کیا جاتا تھا۔ یہ عمل انفرادی سطح پر بھی ہوتا تھا جبکہ اجتماعی اور ریاستی سطح پر بھی قرآن پاک اور نبی پاک ﷺ کے احکامات کی روشنی میں حکومت کی جاتی تھی۔ اسی کے نتیجے میں مسلمان عالمی طاقت بن گئے۔ آج ہم قرآن پاک کا احترام تو بہت کرتے ہیں، اور کرنا بھی چاہیے...... قرآن پاک کی تلاوت بھی ہوتی ہے، اور یہ بھی اپنی جگہ ایک احسن فعل ہے کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت اگر بغیر سمجھے بھی کی جائے تو ثواب ملتا ہے...... لیکن قرآن مجید درحقیقت ایک کتابِ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے نازل کیا کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ ایک مسلمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اللہ کے حکم پر آگے بڑھے اور اللہ ہی کے حکم پر پیچھے ہٹے۔ یہ بات صرف نظری طور پر نہیں کہی گئی بلکہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیج کر ایک نمونہ بھی پیش کر دیا کہ انسانی زندگی یوں بھی گزاری جا سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ ؓ سے کسی صحابی نے پوچھا کہ مجھے حضور ﷺ کی سیرت کے بارے میں بتائیے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ یعنی قرآن ہی حضور ﷺ کی سیرت تھی۔ اگر آج کا مسلمان چاہے وہ حکمران ہو یا عوام میں سے، قرآن پاک کو اپنا امام بنا لے تو یقینی طور پر ہم نہ صرف انفرادی بلکہ ریاستی سطح پر بھی اتنے مضبوط ہو جائیں گے کہ انہیں منہ توڑ جواب دے سکیں۔ آج سے پانچ سو سال پہلے جب مسلمان عسکری و سیاسی طاقت رکھتے تھے تو اُس وقت کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک ہم ذاتی سطح پر حقیقی مسلمان نہیں بنیں گے اور ریاستی سطح پر بھی اس نظام کو نافذ نہیں کریں گے جو اللہ نے قرآن پاک میں دیا اور نبی اکرم ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا، ہماری حالت ایسی ہی رہے گی جیسے آج ہے۔ لیکن اگر ہم نے اس پر عمل کیا جس طرح انہوں نے عمل کیا تھا، تو یہ ہو گا اصل جواب!

میرے نزدیک حضور ﷺ کی توہین کا ایک ہی جواب ہے کہ آپ سنت رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنا لیں، اس کے ساتھ خوبی سے جڑ جائیں۔ اس کے نتیجے میں آپ ایک ریاست کی سطح پر بھی مضبوط بن کر سامنے آئیں گے اور پوری امت مسلمہ میں نظام خلافت قائم ہونے کی صورت میں ہم اتنے طاقتور بن کر سامنے آئیں گے کہ پھر کسی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ کوئی قلمی درندگی کرے۔ اسے پتا ہو گا کہ مسلمانوں میں قوت ہے اور وہ اس کا دندان شکن جواب دے سکتے ہیں۔ اصل میں یہ ہمارے ایمان کی کمی ہے جس نے ہمیں سیاسی، عسکری اور جسمانی سطح پر کمزور، بے بس اور بزدل بنا دیا ہے۔ روحانی کمزوری ہی کی وجہ سے ہم آج جسمانی و عسکری لحاظ سے مغلوب ہیں۔ جب آپ کمزور ہوں گے تو آپ کا دشمن آپ سے جو چاہے گا، کرے گا۔ جب ایک بدبخت پادری نے قرآن پاک کی توہین کی تو ہم مظاہروں کے سوا کچھ نہیں کر سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں اس کا عملی طور پر جواب دینا چاہیے۔ یہ عملی قوت ہم اُس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک روحانی قوت نہیں حاصل کر لیتے۔ جب ہم روحانی قوت حاصل کریں گے تو پھر واقعتاً اللہ بھی ہماری مدد کرے گا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کے نظام کو

نافذ کیا جائے، نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے شخصی اور ریاستی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالا جائے۔اس کے علاوہ کوئی حل نہیں!

سوال : بیگ صاحب نے ماشاءاللہ بڑے بہترین انداز میں ایک conclusion دے دیا کہ اگر ہم اسلامک سٹیٹس قائم کریں اور پھر وہ پوری مسلم اُمہ بن کے مغرب کی یلغار کا جواب دے تو یہی واحد حل ہے۔آپ یہ بتائیں کہ انفرادی طور پر مسلمان کو مغرب کی اس یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

پروفیسر غالب عطاء : میں سمجھتا ہوں کہ ریاستی یلغار کا جواب ریاست ہی دیتی ہے۔انفرادی طور پر ایک مسلمان اپنے حکمرانوں سے یہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ یہ کام سعید کوچی اور شریف کوچی نے کیا تو ہمارے سیاسی اور عسکری قیادت کے شرفاء کس جگہ کھڑے ہیں، اور کیا کر رہے ہیں! کیا وہ اپنی ذمہ داری ادا کریں گے یا ان کی بجائے ہمیں کوئی ایسا نظام قائم کرنا پڑے گا؟ ایک مسلمان کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ حکمرانوں کی اس جانب توجہ دلائے، اور یہی اصل کام ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ انفرادی طور پر کسی کے کرنے کا کام ہے۔انفرادی لحاظ سے جن کا کام تھا وہ کر گزرے اور اس کی وجہ سے نظریات کی پوری جنگ بالکل کھل کر سامنے آ گئی۔اب ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی پاک ﷺ کے خاکے بنائے اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو خود کو نبی پاک ﷺ کے ورثاء سمجھتے ہیں۔ وہ امت موجود ہے، ان کا دفاع کرنے والے لوگ موجود ہیں۔تو کیا انہوں نے وہ کام کرنا ہے؟ جنہوں نے یہ ذمہ داری ادا کرنی ہوتی ہے ان کا احتساب کون کرے گا؟ یہ کام تو ایک انفرادی مسلمان نے ہی کرنا ہے۔

ایوب بیگ مرزا : انفرادی سطح پر ہمیں یہ تو کرنا چاہیے کہ ان کی تہذیب سے دور ہوں اور ان کا معاشی بائیکاٹ کریں۔ یہ ایک فرد کی ضرورت ہے۔ یہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جس تہذیب نے ہمارے نبی ﷺ کی توہین کرنے کی جسارت کی ہے، ہمیں اس تہذیب کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆

بقیہ : کار تریاقی

100 سے زیادہ مسلمانوں اور مساجد وغیرہ پر حملوں کے واقعات ہو چکے۔ایک مراکشی شہری کو جنوبی فرانس میں 17 مرتبہ چھری سے وار کر کر کے شہید کر دیا۔(لیکن یہ واقعہ دہشت گردی کا نہیں تھا کیونکہ حملہ آور گورا تھا)۔نقاب سے گزر کر اب بات کباب تک جا پہنچی ہے۔تنگ نظری کی انتہا یہ کہ مسلمانوں کی مقبول عام کباب کی دوکانوں تک پر دورہ ہائے حسد میں حملے ہو رہے ہیں۔ادھر ہم جذباتی فضا قائم کر کے وقتی طور پر طبقاتی تعصب بھڑکا کر آج یہ سب کر گزریں گے تو خدانخواستہ ملک کے طول وعرض میں آگ بھڑکا دیں گے۔اسے مصر پر قیاس کرنا سخت حماقت ہوگی۔قوم کا ایکسرے شان رسالت ﷺ میں گستاخی پر سامنے آ گیا ہے۔موازنہ کر لیجیے۔مختلف ایشوز پر سول سوسائٹی جو موم بتیاں لیے نکل آتے ہیں ان کی تعداد پچاس، سو ہو تو بڑی غنیمت۔مذہبی جماعتوں کو تو چھوڑیئے صرف تاجر برادری کی دینی حس دیکھ لیجیے جوان کے جلوس میں بالخصوص لاہور میں نظر آتی ہے۔دینی جماعتیں مدارس جس دن یکجا ہو کر اٹھ گئے بات قابو سے باہر نکل جائے گی۔یہ فراعنہ کا مصر نہیں۔میر عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے......والا پاکستان ہے! اگر امریکہ کے برتے پر ہم یہ سب کر رہے ہیں۔تو وہ بھارت سے پینگیں کچھ یوں بڑھا رہا ہے کہ آپ سوکن بھری نظروں سے دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ہمارے ساتھ تعلق نرے غلام فدوی اور ڈومور والا۔ بھارت کے ساتھ؟ نیوکلیئر معاہدہ جس سے مزید ایٹمی ہتھیار بنانے میں آسانی، علاقائی بالادستی، سیکیورٹی کونسل کی مستقل رکنیت کی حمایت، وسیع دفاعی واقتصادی تعاون وغیرہ۔الفت کی نئی منزل کو چلایوں کہ ہمارے والوں کے......خواب روندے گئے! الٹا اوباما کا حددرجے متنازع بیان (سالانہ کانگریس سے خطاب)۔ جہاں خطرہ ہو کارروائی کا اختیار ہے اور پشاور تا پیرس کا تذکرہ ہماری خودمختاری آزادی کی رہی سہی چولیں ہلانے کو کافی ہے۔ ڈرون حملوں کی قانون شکنی کافی نہیں جواب یہ باور کرایا جائے کہ گویا ہماری حکومت خود ملک کے تحفظ کی صلاحیت سے عاری ہے؟ سیاسی جماعتوں کو ہوش کے ناخن لینے ہوں گے۔متحدہ کی مارشل لاء کی پکاریں جمہوری سیاست کے نام پر دھبہ ہے۔ایسا نہ ہو کہ پھر وہ دن آئے......سیاسی کم نگاہی رنگ لائی......ہمیں پھر مارشل لاء ہو گیا نا......!

بقیہ: اداریہ

کہیں دور سے اور انتہائی معمولی نوعیت کا بھی خطرہ لاحق ہونے کا ذرہ برابر خدشہ ہو گا تو وہ آگے بڑھ کر اسے کچلنے کی کوشش کرے گا۔ اسے وہ اپنی سلامتی کا مسئلہ قرار دیتے ہوئے اعلانیہ کہتا ہے کہ ہم اس صورت میں pre-amptive قدم اٹھائیں گے۔افغانستان کی اسلامی حکومت کو تباہ وبرباد کرنا اور پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے آخری حد تک جانا اسی سٹریٹجی کا حصہ ہے۔امریکا دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کر کے اسے نیپال بھوٹان کی طرح بھارت کی محتاج ریاست بنانا چاہتا ہے۔امریکی صدر کے دورے کا خفیہ مقصد یہی ہے کہ اس حوالہ سے امریکا اور بھارت مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں۔آنے والے وقت میں پاکستان میں دہشت گردی بڑھے گی۔کراچی میں حالات مزید خراب ہوں گے اور یہ سب کچھ امریکا بھارت گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہوگا۔تاریخی حقائق یہ ہیں کہ امریکا شروع سے ہی پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔البتہ یہ درست ہے کہ جوں جوں پاکستان سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔اب امریکا اظہار دشمنی کو چھپانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم پندرہ سو (1500) سال پہلے ہی مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے برملا یہ اعلان کر چکا ہے کہ یہود ونصاریٰ کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔لہٰذا یہ ایک اٹل حقیقت ہے اور اسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں! پاکستان کی مقتدر قوتوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اِسی حقیقت کی روشنی میں اندرونی وبیرونی سطح پر پالیسی سازی پر متفق اور یکسو ہو جائیں اور اِس بات کا ادراک کریں کہ امریکا بھارت گٹھ جوڑ درحقیقت ایک ایسی اسلامی ریاست کے خلاف ہے جو ایٹمی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی وعصری علوم کی منفرد دانش گاہ

كُلّيةُ القُرآن (قرآن کالج)

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

قیام وطعام کی سہولت موجود ہے

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری وعملی رہنمائی
☆ تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس روم
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا مؤثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

شرائط داخلہ

☆ درجہ اولیٰ کے لیے متوسطہ یا مڈل پاس، ثانیہ کے لیے ہم اور اولیٰ پاس اور ثالثہ کے لیے وفاق المدارس سے عامہ اور بورڈ سے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ كُلّيةُ القُرآن (قرآن کالج) 191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35833637-35860024(042)

ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501(042)
فیکس: 35834000(042) ای میل: irts@tanzeem.org

Morning courses

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

رجوع الی القرآن کورسز (پارٹ I اور II)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I)

1. عربی صرف ونحو
2. ترجمۂ قرآن
3. آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل
4. قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی
5. تجوید وناظرہ
6. مطالعۂ حدیث وفقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II)

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان وادب
9. اضافی محاضرات

- ہر سال کلاسز کا آغاز ستمبر سے ہوتا ہے
- خواہش مند خواتین وحضرات داخلہ کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
email:irts@tanzeem. org
ندیم سہیل
0322-4371473

قرآن فہمی بذریعہ خط وکتابت کورسز

گھر بیٹھے قرآن کی ابدی تعلیمات سے آگاہی اور عربی زبان کے بنیادی قواعد سیکھنے کا

نادر موقع!

مرکزی انجمن خُدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کے 3 منفرد

خط وکتابت کورسز میں داخلے جاری ہیں:

۱) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی

قرآن کی ابدی ہدایت سے استفادے کے نقطۂ نگاہ سے یہ نہایت مفید اور مؤثر کورس ہے۔ اس کورس کے لیے اعانتی مواد مطبوعہ شکل میں بھی دستیاب ہے' اور کمپیوٹر CD کی صورت میں بھی۔

۲) عربی گرامر خط وکتابت کورس (I,II,III)

قرآن وحدیث کی زبان یعنی عربی سے واقفیت کے لیے اس کے قواعد کو جاننا بہت ضروری ہے۔ عربی گرامر کورس مرکزی انجمن کی شائع کردہ کتاب آسان عربی گرامر کے تین حصوں پر مشتمل ہے۔ جس میں عربی گرامر کے تقریباً تمام ضروری قواعد کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۳) ترجمہ قرآن حکیم کورس

یہ کورس خصوصی طور پر نوجوان طلبہ وطالبات کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جنہیں قرآنی الفاظ کے معانی براہِ راست سمجھائے اور یاد کرائے جاتے ہیں اور اس طرح آیاتِ قرآنی کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

داخلہ کے خواہش مند حضرات پراسپکٹس کے حصول اور دیگر معلومات کے لئے درج ذیل پتے پر رجوع فرمائیں

ناظم شعبہ خط وکتابت کورسز

قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 35869501-03

Email: distancelearning@tanzeem.org

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد (مرد حضرات) کے لیے بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع

مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ تدریس کے زیر اہتمام

Evening Courses

(موڈیول I) ہر چار ماہ بعد (موڈیول II)

"فہم دین" کورسز

نصاب (موڈیول I)

- عربی گرامر/ریڈر
- تجوید وناظرہ
- مطالعہ منتخب نصاب حدیث، سیرۃ النبیؐ
- توسیعی محاضرات (تزکیہ، حیا، سیکولرازم، قرآن مجید کے حقوق)

نصاب (موڈیول II)

- ایڈوانس عربی گرامر/ریڈر
- ترجمہ قرآن مع عربی گرامر
- توسیعی محاضرات (قرآن فہمی کے اہم اصول اور مآخذ، بنیادی اصطلاحات حدیث، فرائض دینی، جہاد)

دورانیہ: 4 ماہ اوقات تدریس: 6:30 تا 8:30 (سوموار تا جمعرات)

نوٹ: موڈیول II میں داخلے کے لیے موڈیول I کا پاس ہونا یا داخلہ ٹیسٹ پاس کرنا لازمی ہے۔

داخلہ کے خواہشمند حضرات قرآن اکیڈمی 36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کریں اور وہیں جمع کرا دیں۔

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی
36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-042-35869501
irts@tanzeem.org
0307-5485710 (رابطہ: حسن تاحتشام)

مسلمان خاتون: گھر کی زینت

اُم عبداللہ

میری بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دنیا خام شکل میں عطا فرمائی اُس کو سنوارنے کا طریقہ اور علم بھی اس کے اندر خود اتار دیا ہے۔ لکڑی کے درخت تھے، میز کی کی طرح کٹی ہوئی لکڑی نہ تھی۔ لوہا کانوں میں پڑا ہوا تھا، پنکھوں کی شکل میں نہ تھا۔ یہ سلیقہ اور علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا کہ اس نے لکڑی سے میز اور لوہے سے پنکھے بنا دیئے۔

دنیا کے سنوارنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنے کا علم اور سلیقہ عطا کیا۔ انسان چاہے مرد ہو یا عورت ایسی صورت، ایسے اخلاق، ایسی طرز زندگی اپنائے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے۔ معاشرے اور لوگوں کی پسند ناپسند کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی پسند کو ترجیح دیں۔ آج ہمارے ہاں معاملہ الٹ ہے۔ جو چیز یورپ سے آ جائے ہم نے بھی پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے چلنا ہے۔ وہاں عورت ننگی ہوئی، ہماری عورت بھی ننگے ہونے میں عزت محسوس کرنے لگی۔ لباس مختصر سے مختصر ہوتا چلا گیا۔ مغربی ممالک کی کوشش ہے کہ یہاں کی عورتیں سکرٹ اور جین پہننا شروع کر دیں۔ وہ اس میں زیادہ حد تک کامیاب نظر آ رہے ہیں اور جس ملک یا معاشرے میں وہ خواتین کو سکرٹ اور جین پہنا کر گھروں سے نکال لیتے ہیں تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اب یہ ہمارا غلام ہے، نہ اس کو کسی فوج سے مارنے کی ضرورت ہے، نہ بم سے نشانہ بنانے کی۔ عورت تو چھپی ہوئی چیز کا نام تھا نہ کہ بے پردہ ہو کر جین شرٹ پہن کر بازاروں میں آنے کا۔

اللہ تعالیٰ تو عورت کا نام کھولنا پسند نہیں کرتا کجا اس کا لباس اتنا ننگا ہو جائے کہ کپڑے پہن کر ننگی نظر آئے **((کاسیات عاریات))**

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی اور اپنے حسن کی دعوت دیتی پھر رہی ہوں گی۔ ان کو جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔ اگرچہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی، لیکن ان بدقسمت خواتین کو وہ خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی جنت کا ملنا تو دور کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں ایک بھی عورت کا نام نہیں لیا سوائے حضرت مریم علیہا السلام کے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا نام بھی اس لئے استعمال ہوا کہ ان کے بیٹے کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا بنایا تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں مریم کا بیٹا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی نبی کی بیوی کا نام استعمال کیا نہ کسی دوسری اچھی یا بُری عورت کا نام دیا۔ صرف خاوند کے عنوان سے نام آتا ہے: **امراۃ العزیز، امراۃ فرعون، امراۃ لوط، امراۃ نوح**

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو عورت کا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا تو عورت کو بازار میں بن ٹھن کر کھلے منہ، کھلے بازوؤں، خوشبوئیں اڑاتی اور زیورات کی جھنکار کے ساتھ پھرنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے، تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ (عورت) بدکار (زانیہ) ہے۔'' (رواہ احمد)

سورۃ النور میں اللہ نے فرمایا: ''اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگار۔''

یہاں پر زیور کی آواز سے دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح عورت کی آواز بھی عورت ہے جس کا پردہ واجب ہے۔ عورت کا بناؤ سنگھار صرف خاوند کے لئے ہے۔

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ (النور: 31)

''اور وہ ظاہر نہ کریں اپنی زینت (بناؤ سنگھار) مگر اپنے خاوندوں کے لئے۔''

ایک اور جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت (سرتاپا) عورت ہے (یعنی قابل ستر ہے) جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں رہتا ہے۔'' (رواہ الترمذی)

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو زندگی بھر پردے کا بھرپور اہتمام کیا بلکہ مرتے وقت بھی نصیحت کی کہ میرا جنازہ اندھیرے میں اٹھانا، تاکہ مرنے کے بعد کوئی میری میت نہ دیکھے۔ زندگی میں جس طرح اپنے آپ کو پردے میں چھپایا، مرنے کے بعد بھی پردے کی اتنی فکر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی خواہش کا احترام کیا اور رات کو ہی انتقال ہوا۔ رات کے اندھیرے میں جنازہ ہوا۔ اندھیرے میں تدفین ہوئی۔ بہت سے لوگوں کو صبح ان کی وفات کا پتہ چلا۔

مختصر یہ کہ خواتین کو اپنے گھر کی زینت بن کر زندگی گزارنی چاہئے۔ اور گھر میں بھی نامحرم مردوں جیسے خانساماں، ڈرائیور اور چوکیدار سے پردہ کرنا چاہیے۔ فرمان الٰہی ہے: ''اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں، اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت اور نماز پڑھتی رہو۔'' حوا کی بیٹیوں کو اپنی عزت و عفت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر ہم قرآنی تعلیمات اور سیرتِ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزاریں گے تو ہماری دنیاوی زندگی بھی سنور جائے گی اور آخرت کی کامیابی بھی حاصل ہوگی۔

الٰہی! ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو دینداری دے
الٰہی! نئی پود کو فصلِ بہاری دے
بچا لے مؤمنہ کو خدا مغرب پرستی سے
بچا اس شمع کو باد فنا کی چیرہ دستی سے

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، مطلقہ کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-0807319

قرض اور سود کی لعنت سے آزادی کے لئے

ایک نعرۂ مستانہ

اوریا مقبول جان

سودی بینکاری کے عفریت پر پلنے والے کارپوریٹ کلچر اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والے رنگارنگ معاون اداروں کا جمہوریت کے ساتھ ایک عظیم اور ناقابل یقین حد تک کاروباری گٹھ جوڑ ہے۔ یہ معاشی مفادات اور سودی نظام کی عمارت کو مستحکم کرنے کا منظم راستہ ہے۔ اس کا آغاز اس دن سے ہو گیا تھا جب سترھویں صدی میں حکمرانوں نے بینکاروں کے مکروفریب میں آکر حکومت کے لئے قرض لینا شروع کیا تھا۔ سودی بینکوں کے قیام سے قبل حکومتی قرض کا کوئی تصور نہیں تھا۔ جیسی عوام کی معاشی حالت ہوتی' پیداواری صلاحیت ہوتی یا بیرون ملک تجارت' ویسا ہی وہ ملک خوشحال نظر آتا۔

قرض لے کر ملک سنوارنے کا جھانسہ اسی طرح ہے جیسے ایک سودخور کسی شخص کی مجبوری یا غرض سے فائدہ اٹھا کر بظاہر اس کا ہمدرد بنتے ہوئے اسے قرض دیتا ہے اور پھر اسے سود کے چکر میں ایسا پھنساتا ہے کہ وہ زندگی بھر نہیں نکل سکتا۔ آج یہی حال دنیا بھر کے ممالک کا ہے' امیر سے امیر اور غریب سے غریب ملک ان عالمی سودخوروں کے گھن چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ امریکہ جیسا ملک 15 ہزار ارب ڈالر کا مقروض ہے۔ آپ بینک میں ایک عام قرضے کے اصول وضوابط ملاحظہ کریں۔ ایک شخص بینک سے دس لاکھ روپے قرض اپنی ضروریات' کاروبار یا کسی اور مقصد کے لئے حاصل کرتا ہے۔ اس میں اس کی مرضی اور منشاء شامل ہوتی ہے اور اسے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کاروبار سے' تنخواہ کی بچت سے یا دوہری مزدوری کر کے یہ قرض اتارے گا۔ بینک کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اس نے یہ رقم اللے تللے یا عیاشی میں خرچ کی یا اس کا کاروبار ڈوب گیا' وہ اس سے سود کی قسط وصول کرتا رہتا ہے اور اگر نہ کر سکے تو اس کی فیکٹری گھر یا کار وغیرہ نیلام کر کے اپنی رقم وصول کر لیتا ہے۔

قوموں کا قرضہ بہت عجیب ہے' یہ دنیا کا وہ لاینحل سوال ہے جسے سودخوروں نے ایک گھن چکر بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اس گھن چکر کے پس پردہ ایک پورا مضمون ''معاشیات'' اپنی تمام تر مشکل اصطلاحات کے ساتھ عام آدمی کو بے وقوف بناتا ہے۔ کاغذ کے نوٹ، افراط، شرح نمو' بین الاقوامی ادائیگی' کاروباری خسارہ' رسد اور ترسیل' ان میں سے چند ایک ہیں۔ ایک بجٹ ترتیب دیا جاتا ہے اور اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کس طرح لوگوں کو اپنے وسائل سے بالاتر ہو کر قرض پر زندہ رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ کسی حکمران کے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ نئے جہاز خریدنے ہیں' کوئی شاندار یادگاریں بنانا چاہتا ہے' کسی کو بڑی شاہراہیں بنانے کا شوق ہوتا ہے تو کوئی ہوائی اڈوں کو عالمی معیار پر لے جانا چاہتا ہے۔ کسی کو بلٹ پروف گاڑیوں کی لمبی قطار پسند ہوتی ہے تو کوئی شہروں میں عالمی معیار کی سہولیات کا گرویدہ۔ حکمرانوں کے شوق کی ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ لوگ جب یہ شوق پال رہے ہوتے ہیں تو کوئی نوے فیصد سے زیادہ عوام سے نہیں پوچھتا کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں۔ وہ شخص جس کو بیمار ماں باپ یا بھائی کے لئے دوا کی ضرورت ہوتی ہے' جو گندے جوہڑ سے پانی پیتا ہے اور ہیپاٹائٹس تو دور کی بات ہے اسہال کے مرض سے مر جاتا ہے، جس کے بچے سکول جانے کی بجائے ورکشاپوں میں جاتے ہیں یا بکریاں چراتے ہیں، جو اپنے چولہے میں آج بھی جانوروں کے فضلے سے تیار کردہ اُپلے استعمال کرتا ہے اور یہ اُپلے اس کے گھر کی خواتین سخت محنت سے تیار کرتی ہیں۔ آپ عالمی معیار کی لاہور سے اسلام آباد والی موٹروے سے گزریں تو آپ کو دونوں جانب ایسے گھر نظر آئیں گے جن پر اُپلے خشک ہونے کے لئے لگائے گئے ہوں گے۔ ان عام لوگوں میں وہ شخص بھی شامل ہے جو لوگوں کی امداد اور رفاہی اداروں کے رحم وکرم پر زندگی گزارتا ہے، نیک دل لوگوں کی زکوٰۃ اور صدقات سے جس کے گھر کا خرچہ چلتا ہے۔ ان بے چارے، غربت کے مارے لوگوں سے کوئی سوال تک نہیں کرتا کہ تمہاری خواہشات اور خواب کیا ہیں۔ تمہیں کیا چاہیے جس سے تمہاری زندگی بدل سکے۔ تختِ شاہی پر بیٹھا ایک شخص پوری قوم کو یرغمال بنا کر اس کے نام پر بغیر انہیں پوچھے اپنی خواہشات کے مطابق سود پر قرض حاصل کرتا ہے اور پھر اس قوم کے بچے بچے کو اس کی مرضی کے خلاف سود کی لعنت کا شکار کرتا ہے۔ اسے کہتے ہیں قومی قرضہ اور قومی سود، اللہ اور اس کا رسول جس پر لعنت کرتے ہیں اور جس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہیں۔

جمہوریت سے اس کا کیا گٹھ جوڑ ہے؟ لوگ اکثر یہ سوال کرتے ہیں۔ عالمی طاقتوں نے 1927ء میں قومی قرضوں کے بارے میں ایک عالمی اصول وضع کیا تھا جو عالمی قوانین کی کتابوں میں ایک مسلمہ حیثیت رکھتا ہے۔ قومی قرضہ جو کسی حکمران نے کسی قوم کے بہترین مفاد کے لئے خرچ نہ کیا ہو، وہ قابل نفاذ نہیں اور اسے اس حکمران اور اس کے حواریوں کا ذاتی قرضہ تصور کیا جائے گا۔ اسے عالمی قانون میں ''Odious Debts'' کہا جاتا ہے۔ اس اصول کی بنیاد خود امریکہ نے رکھی۔ جب اس نے کیوبا پر قبضہ کیا اور سپین کو وہاں سے نکالا تو سپین کی حکومت نے قرضے کی واپسی کا مطالبہ کیا، جسے امریکہ نے یہ کہہ کر ادا کرنے سے انکار کیا کہ یہ کیوبا کے عوام پر زبردستی تھوپا گیا تھا۔ اسی اصول کو 1923ء میں کوسٹاریکا میں عمل میں لایا گیا، جب برطانیہ نے قرضہ واپس مانگا تو اسی عالمی اصول پر انکار کیا گیا کہ برطانیہ کو علم تھا کہ یہ قرضہ عوام کی فلاح کے لئے خرچ نہیں ہوگا۔ اس بنیاد پر عالمی قوانین کا اصول "Analogous to the invalidity of contracts signed under coercion" وضع ہوا جو دنیا بھر میں مانا جاتا ہے۔ جس کے تحت ایک ایسا معاہدہ جو زبردستی اور مرضی کے خلاف ہوتا ہے وہ قابل عمل نہیں۔ اسی اصول

کے تحت میکسیکو نے بادشاہ میکسی میلسن کے زمانے کے قرضے ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے سودخوروں، بینکاروں اور جمہوریت کا گٹھ جوڑ میدان میں آتا ہے۔ ایک پارلیمنٹ بنوائی جاتی ہے جس کو پارٹی فنڈ میں سرمایہ دے کر جتوایا جاتا ہے اور وہ پارلیمنٹ ان سود خور بینکاروں سے قرضہ لیتی ہے اور عوام کو مقروض کرتی ہے جو اپنے گھروں میں بیٹھے اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یہاں وہ تمام عالمی قوانین بے بس ہیں۔ اس تاثر کو فروغ دیا جاتا ہے کہ جمہوریت میں لوگوں کے منتخب نمائندوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ عوام کی رائے پارلیمنٹ میں بولتی ہے۔ یوں عوام گھر بیٹھے مقروض بھی ہو جاتے ہیں اور ان پر یہ لعنت بھی مسلط ہوتی ہے کہ یہ قرضہ انہوں نے اپنی مرضی سے بہ رضا و رغبت لیا ہے۔

اس سارے نظام کو گرانے اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے والوں کے فیصلوں کا انکار صرف ایک صورت میں ہو سکتا ہے۔ پوری قوم اس جنگ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھڑی ہو اور اعلان کرے کہ سب قرضے حکمرانوں نے اپنی مرضی سے لئے' ہم اس میں شامل نہیں۔ جن کو وصولی کرنی ہے ان کی جائیدادیں، کاروبار، باغات، محلات بیچ کر وصول کرے۔ چاہے وہ اس ملک میں موجود ہوں یا ملک سے باہر۔ ہم یہ قرضہ نہیں دیتے۔ عالمی اصول کے مطابق یہ ان سب کا ذاتی قرضہ ہے۔ ان کی ذات سے وصول کرو۔ آج پاکستان ہر سال سینکڑوں ارب روپے قرضہ اور سود ادا کر رہا ہے۔ یہ ہم سب ادا کر رہے ہیں۔ ہم سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کے خاموش سپاہی ہیں۔ ایک نعرہ مستانہ، ایک گونج، ایک انکار ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپاہیوں میں شامل کر سکتا ہے اور قرض اور سود کی لعنت سے بھی آزاد۔

☆☆☆

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

کراچی: تنظیم اسلامی کا گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

شیطانی قوتوں کے آلۂ کار فرانسیسی جریدے چارلی ہیبڈو میں نبی اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف تنظیم اسلامی کراچی شمالی و جنوبی نے 17 جنوری 2015ء کو پریس کلب پر مظاہرہ کا اہتمام کیا۔ مظاہرین نے بیلے کارڈز اور بینرز اُٹھا رکھے تھے، جن میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف مذمتی جملے درج تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض امیر حلقہ کراچی جنوبی نعمان اختر نے انجام دیے۔ افتتاحی گفتگو میں جناب نعمان اختر نے کہا کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پوری دنیا کے مسلمانوں کی شدید دل آزاری کا باعث ہے۔ مغرب نے آزادیٔ اظہار کے بارے میں دُہرا معیار اپنا رکھا ہے۔ اسلام کا کوئی بھی نام لیوا قرآن پاک اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ بات ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے والدین، اولاد، دنیا کی ہر شے یہاں تک کہ اپنی جان سے زیادہ محبت کریں۔ حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم دعوت عامر خان نے فرانس کے میگزین میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت نہایت اشتعال انگیز حرکت اور انتہائی قابل مذمت فعل ہے۔ انہوں نے صحافی برادری سے اپیل کی کہ وہ اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ سے اپنے تعلق اور محبت کا ثبوت دیں اور مسلمانوں کے جذبات کو حکمرانوں، عوام اور عالمی برادری تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلام دشمن قوتیں آزادیٔ اظہار کے نام پر دُوہرا معیار رکھتی ہیں۔ مغربی ممالک میں کسی کو ہولوکاسٹ پر اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے، لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کو وہ اظہار رائے کی آزادی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلام دشمن عناصر اسلام اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر کے مسلمانوں کو اشتعال دلاتے ہیں اور جب اس پر کوئی ردعمل سامنے آتا ہے تو مسلمانوں کے خلاف نفرتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے امیر حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے کہا کہ توہین رسالت ﷺ اہل ایمان کے خلاف سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔ یہ واقعات دراصل اسلام کے خلاف عالمی سازش کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے جذبات کو جانچنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حالیہ چند ہفتوں میں ہونے والے یہ واقعات انہی ممالک میں کیوں پیش آ رہے ہیں، جن کی حکومتوں نے ریاست فلسطین کی قانونی حیثیت کو تسلیم کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مغرب یہ جان لے کہ اُن کا ہر ایسا گھناؤنا فعل مسلمانوں کو یکجا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ دنیا نے ایک دفعہ پھر دیکھ لیا ہے کہ تمام مکاتب فکر اور سیاسی و مذہبی جماعتوں سے وابستہ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت کا بھرپور انداز میں اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب کو یہ جرأت اس لیے ہوئی ہے کہ آج دنیا میں کہیں نظام خلافت قائم نہیں ہے۔ جب زمین پر خلافت قائم تھی تو زوال پذیر خلافت عثمانیہ کے آخری دور میں بھی برطانیہ کی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کر سکیں۔ انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ اگر ہم اللہ کے رسول ﷺ سے حقیقی محبت کرتے ہیں تو ہمیں آپؐ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرنی ہوگی اور آپؐ کے مشن غلبۂ دین حق کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالنا ہوگا۔ مظاہرے میں نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی پاکستان جناب اظہر ریاض بھی شریک تھے۔ مجموعی طور پر مظاہرے میں تقریباً 700 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اس موقع پر صحافیوں کو پریس ریلیز بھی پیش کی گئی اور عوام میں ایک ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا۔ مظاہرہ کا اختتام دعا پر ہوا۔ (رپورٹ: عمر بن عبدالعزیز)

حلقہ لاہور شرقی کے تحت پروفیسر ساجد اکیڈمی میں سیرت النبیؐ پروگرام

حلقہ لاہور شرقی کے تحت ساجد اکیڈمی شالیمار لاہور میں سیرت النبی ﷺ پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کے انعقاد میں پروفیسر ساجد صاحب نے بھرپور محنت کی۔ انہوں نے انفرادی رابطے کے ذریعے لوگوں اور اپنے طلبہ کو پروگرام کی خصوصی دعوت دی۔ یہ پروگرام 30 دسمبر کو بعد نماز ظہر شروع ہوا۔ پروگرام کے مقرر حلقہ لاہور شرقی کے ناظم دعوت شکیل احمد تھے۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں سیرت النبی ﷺ کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے اور کہا کہ اس طرح کے مطالعۂ سیرت پروگرام سے مقصود حُبِ رسولؐ اور اتباعِ رسولؐ کے جذبات کو تقویت دینا ہے، تاکہ ہماری زندگیاں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے منور ہو جائیں۔ انہوں نے آپؐ کی اعلانِ نبوت سے پہلے کی پاکیزہ زندگی کا بھی تذکرہ کیا، اور نوجوان نسل کو آپؐ کی روشن اور پاکیزہ زندگی کو اپنانے کی دعوت دی۔ مزید براں انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے دین کی تبلیغ اور محنت کے دوران کیسی کیسی تکالیف اٹھائیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمیں ہر طرح کی آسانیاں میسر ہیں، مگر پھر بھی دین کی محنت سے کتراتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسوۂ حسنہ پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کو نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالیں، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ تہذیب کو اپنائیں، اور مغرب کی اخلاق باختہ تہذیب سے اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیں۔ اس پروگرام میں 50 افراد نے شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت کو قبول فرمائے اور ہم سب کو سچا عاشق رسولؐ بنا دے۔ آمین (رپورٹ: محمد عظیم)

Countering a Counter Narrative: 'Islam and the State'

By: Raza ul Haq

Apropos the translated passages from one of the books written by Mr. Javed Ahmad Ghamdi and published in daily The News on Friday, January 23, 2015, following is a warranted rejoinder to some of the Ideological as well as historical distortions propagated in the article 'Islam and the State: A Counter Narrative'; a unique amalgam of fact and fiction concerning the Islamic faith and its role in the life of individuals, communities and the state, with total disregard to international affairs and the current quagmire in which a vast majority of Muslims living on planet Earth face in the modern age.

This reprisal of the treatise translated by one Mr. Shahzad Saleem, who we presume is an adherent of the Ghamdi cult, borrows heavily from the works of late Dr. Israr Ahmad, late Maulana Gauhar Rahman, Dr. Absar Ahmad, Dr. Fazulr Rahman and Dr. Hafiz Muhammad Zubair and is meant to briefly elucidate the genuine teachings of the Qur'an, the Sunnah of Allah's Messenger and the way that Muslims have been following regarding this sensitive yet vital discourse for almost a millennium and a half and is in no way meant to demonize a person or dub his personal beliefs flawed in to-to. It is rather meant to provide a 'fact-only' alternative to the narrative construed in the article in question whose headline in itself appears more like a misnomer than a counter.

One would have to be a cynical misanthrope to reject everything that Mr. Ghamdi writes in his book: Meezan. There is no doubt that numerous of our religious seminaries, many Islamic movements and most religious political parties are living in an eight-hundred year old world which becomes the major obstacle in the way of evolutionary thought and 'ijtihad'; It is also true that Muslim scholars have failed abjectly in acquiring a modern worldview in the fields of politics, economics, law, justice, international relations and so on and to blend it seamlessly with the message of the Qur'an as an integrated whole; It is a fact that the anarchy which is ripping through the Muslim 'Nations' one after the other has in prime occurred due to the lack of a genuine and authentic interpretation cum implementation of Islam in the modern age; and most certainly, proven time and again, turning towards secularism is **not** part of the solution since it is our understanding that a rule with God in the center of it is more likely to adhere to justice (qa'im bi al-qist) as opposed to one which has secularism and godlessness at its core, which is exactly what exists throughout the world today, hence making it a bizarre blend of varied individual beliefs living under an all-powerful 'religiously non-religious' roof (as secularism is a set of beliefs and thus a religion in itself) yet aloof of the belief systems of the peoples that it houses, a certain recipe for disaster!

Which brings us the very premise of this discourse: Is there a need for the establishment of some sort of order and governance in a human society and among various societies of human beings? There are certain realities rooted in the ground from which one cannot escape. Presently the world is inhabited by around 7 billion people, who adhere to no less than 50 different belief systems. They also happen to have their roots embedded in an almost similar or even greater number of anthropological and civilizational complexes. The world in which we live is not a one-dimensional version of some fairytale in which a single, closely-knit family resides; rather it has become an embodiment of a global village, so proximate, be it in communication, deception or war and yet so distant be it in ideologies,

philosophies, religions or ways of living. There is however a common thread among all this chaos; conflicting ideologies and ways of life. Scholars such as Mr. Ghamdi either fail or purposely ignore to realize this thread or perhaps they reside in a parallel universe or a different dimension where none of this exists. The fact is that there has always been a system in place for as long as civilizations have become complex and we can historically trace the roots of empires such as the Greeks and the Romans to times before the advent of Christ. How ironic is it then that the same 'scholars' become precipitously rabid when one starts a discourse of the presence of an 'Islamic Civilization' in the not very distant history and either simply refuse to accept that any such thing ever existed, which makes them laughing stock among historians, or make every possible effort to belittle the role that it played in the collective whole of the society and passionately endeavor to reduce it to nothing more than 'a religion that addresses the individual' full stop. Equally ironic is the fact that while the secularist movement has deceived these 'scholars' into believing that there is indeed a need for a legislature, an executive and a judiciary, systems that must be in place to govern the populations living inside a state and the same 'scholars' are equally comfortable to accept that there are people currently squatting in the Holy Land, overtly calling for the restoration of a State of Israel with the 'mythological' Biblical Frontiers that extend from the river Nile to the river Euphrates, yet they nonchalantly dismiss even the slightest probability of the existence of any sort of Collective System in Islam. In their eyes, thus, while every other ideology and religion, be it Secularism, Judaism, Protestantism, Nazism and Neo-Nazism, Bolshevisms, Western Liberalism or Democracy; all have the 'right' to establish a System to govern people, expand into other territories, replicate their system into other frontiers and essentially give the State a Religion of its own, Islam and its God do not possess that right at all! In the naive universe that they live probably no such thing as existential crisis and conflict happens to be or they simply are not familiar with the underlying philosophy of history from the creation of Adam, the refusal of Azazil to prostrate before him and the struggle between good and evil that has followed since. And yet ironically once again, 'they' are comfortable with the definition of a 'terrorist' given by the West and find the demonization of Political Islam and Muslims appealing enough to accept and propagate!

The ten-point exposition provided by Mr. Saleem is in a capsulated form the presentation of his, rather his mentor's, beliefs regarding Islam; a treatise that is nothing short of a radically modernist and liberal disposition, flawed to the extent of being avant garde Islam. The entire thrust of the write-up is in the flavor of a highly secularized version of Islam. Through, quite ironically (and it seems that irony keeps following certain 'scholars') Mr. Ghamdi pretends not to take secularism as the solution to our morbid situation! At quite a few places one can easily detect internal contradictions in his stated position. On the one hand, Mr. Ghamdi upholds the decisions of a state's parliament supreme and valid, yet he challenges and impugns the 'Objectives Resolution', the 'Declaration of Qadianis as non-Muslims' and the 'Hudud Ordinance', all ratified by the same institution.

We believe a lot has been written in response to the flawed interpretations of the Qur'an, the Sunnah and the life of Muslims, both in the individual and the collective capacities, by various eminent scholars of Islam since his translated treatise first appeared, but we will take the opportunity to offer some advice to Mr. Ghamdi and his cult. While the world is rapidly moving towards a more integrated approach to leadership and governance it would be wise to ask yourself the question: Who would you rather be governed by? A godless, secular leader based in Washington or Jerusalem or one whose rule has God at its core?

❖❖❖❖❖

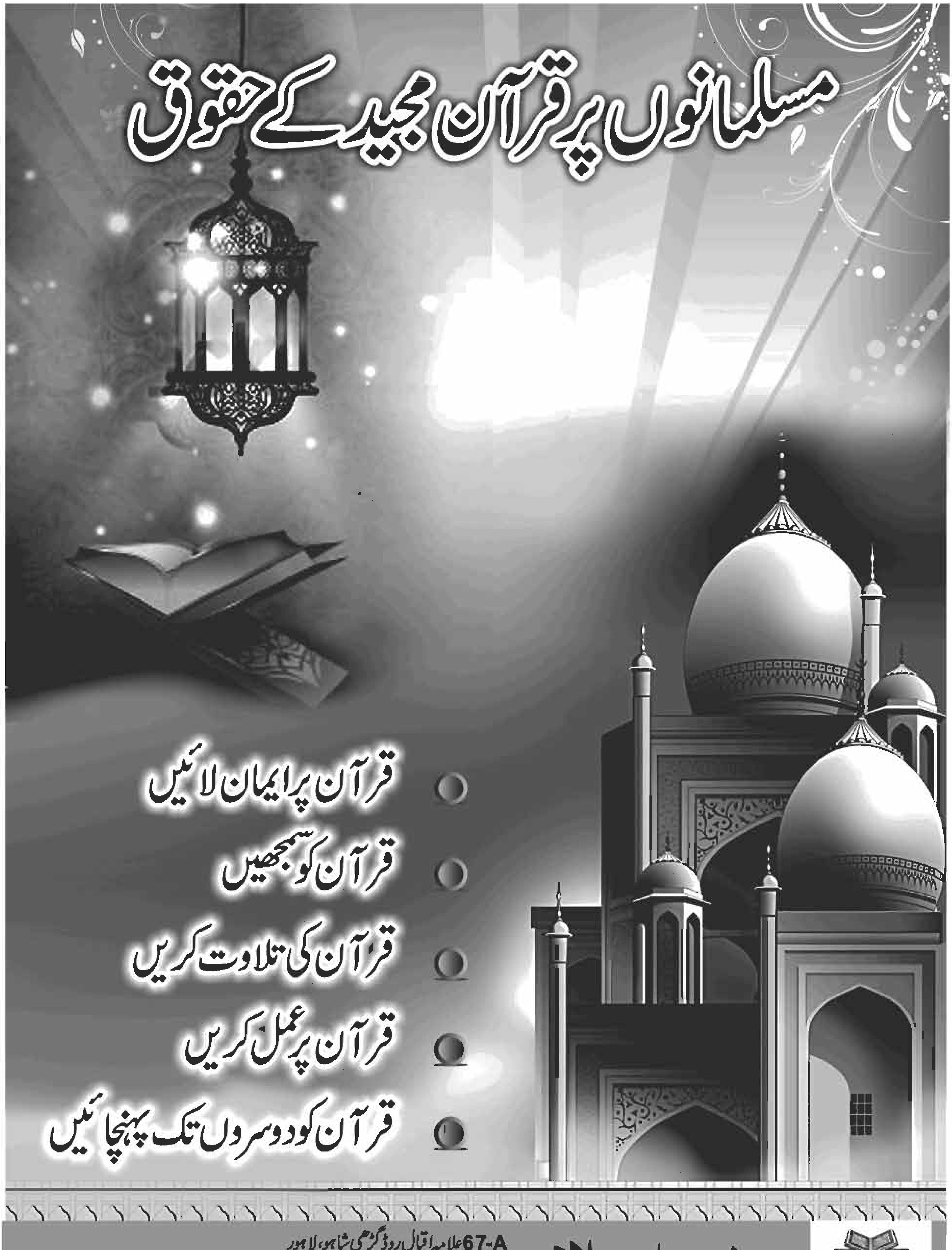
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
قرآن پر ایمان لائیں
قرآن کو سمجھیں
قرآن کی تلاوت کریں
قرآن پر عمل کریں
قرآن کو دوسروں تک پہنچائیں
تنظیمِ اسلامی
A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور
فون: (042)36316638-36366638-36293939
www.tanzeem.org/markaz@tanzeem.org